

حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوکی

آداب المعلمین

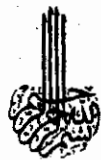
Shahabood Book Depot



1257

MRP:25

فیضان
میری



آداب المعلمین

تالیف

حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب



فیصل پبلیکیشنز دیوبند

© کتابت کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں،
خلاف ورزی کرنے پر قانونی کارروائی کی جائیگی۔

آداب المسلمین	نام کتاب
حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب مدظلہ العالی	مرتب
۸۰	صفحات
۲۰۰۴	سن اشاعت
محمد صہیب صدیقی	باہتمام
.....	قیمت
فیصل کمپیوٹرز دیوبند	کمپیوٹر کتابت و
فیصل پریس دیوبند	ٹائپل ڈیزائن
فیصل پبلیکیشنز	مطبع
جامع مسجد دیوبند	ناشر
01336-224110, 222694, 310398	فون
01336-224110	فیکس

فہرست

معلمین کے آداب

۷	شاگردوں پر شفقت اور نرمی	ادب اول
۱۵	درس و تدریس میں اخلاص نیت	ادب دوم
۲۱	شاگردوں کے ساتھ خیر خواہی	ادب سوم
۳۳	شاگردوں کی تربیت	ادب چہارم
۴۱	شاگردوں کے وقت کا لحاظ رکھنا	ادب پنجم
۴۳	شاگردوں کے سامنے کسی کی برائی سے اجتناب کرنا	ادب ششم
۴۶	سبق پڑھاتے وقت شاگردوں کی سمجھ کے مطابق تقریر کرنا۔	ادب ہفتم
۴۹	شاگردوں کے لئے اگر کوئی دوسری جگہ مفید ہے تو ان کی خواہش پر بخوشی اجازت دینا۔	ادب ہشتم
۵۱	شاگردوں سے ذاتی خدمت لینے میں احتیاط کرنا	ادب نہم
۵۶	عمل کا اہتمام کرنا۔	ادب دہم

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہمارا نظام تعلیم اگرچہ بے شمار خوبیوں کا حامل ہے مگر غالباً اس میں اب دورائیں نہیں ہیں کہ موجودہ زمانہ میں اس سے نہ صرف وہ مفید نتائج برآمد نہیں ہو رہے ہیں جن کی اس سے توقع تھی بلکہ بعض اوقات ہمارے دینی مدارس اور مذہبی مراکز میں ایسے واقعات اور ایسے حالات رونما ہوتے ہیں جن سے اہل علم اور ذی شعور حضرات کا سر شرم سے جھک جاتا ہے، آئے دن ہنگامے اور اسٹرائٹ جیسی ملعون اور مذہبی تحریکیں سر اٹھاتی رہتی ہیں، طلبہ و اساتذہ میں جو خاص تعلق اور نسبت ہونی چاہیے وہ اب مفقود ہوتی جا رہی ہے، اساتذہ کی حیثیت طلباء کی نظر میں محض ایک ملازم کی سی ہو گئی ہے، ہمارے عزیز طلباء کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں، اخلاق اور رردار، استعداد اور علمی لیاقت صفر کے درجہ میں آگئی ہے، اخلاص، للہیت، دینی درد اور مذہبی حمیت جیسی صفات سے دوری بڑھتی جا رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ فراغت کے بعد ہمارے یہ نونہال جب زندگی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو وہ خود بھی اپنے آپ کو ناکام محسوس کرتے ہیں، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ ناکام ثابت ہوتے ہیں۔

جن لوگوں کی نظر میں تعلیم ایک ”تجارت“ ہے، ان سے نہ تو کوئی شکایت ہو سکتی ہے، اور نہ ان کے کسی مذہبی اقدام پر حیرت اور تاسف کی گنجائش ہے، مگر جن کے نزدیک تعلیم ایک عبادت ہے، تعلیم ایک لازوال

کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا وسیلہ ہے اگر ان سے اس قسم کی حرکات شنیعہ سرزد ہوں تو اگر ندامت اور حسرت نہ ہو تو یقیناً یہ انتہائی بے حسی کی دلیل ہوگی اگر دینی اور ملی شعور ابھی بالکل پڑ مردہ نہیں ہوا ہے تو یہ غیر ممکن ہے کہ دل ان حالات سے مضطرب نہ ہو جائے اور اصلاح کی ممکن صورت بہم پہنچانے کی فکر دامن گیر نہ ہو جائے۔

ہمارے موجودہ نظام تعلیم سے متوقع نتائج برآمد نہ ہونے کی آخر کیا وجہ ہے؟ یہ ایک سوال ہے، جو نہ صرف اہل علم حضرات بلکہ ملت کے ہر درد مند کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

در اصل بات یہ ہے کہ کوئی کام کتنا ہی عظیم اور مفید کیوں نہ ہو اگر اس کے صحیح اسباب سے صرف نظر کر لی جائے اور اس کی راہ میں جو موانع ہیں ان سے دامن نہ چھایا جائے تو وہ مفید نتائج اور ثمرات برآمد ہو ہی نہیں سکتے جن کی اس سے توقع کی جاسکتی ہے صحیح اسباب کا حصول اور ارتقاء موانع متوقع نتائج کے حاصل کرنے کے لئے روح کا درجہ رکھتے ہیں۔

آج ہمارا نظام تعلیم اس روح سے خالی ہو چکا ہے نہ تعلیم میں وہ روح باقی رہی ہے نہ تعلیم میں، ورنہ ابھی قریبی دور میں جن علوم کو پڑھ کر امت میں قاسم و رشید محمود و انور تکی و خلیل، مدنی و تھانوی، عثمانی اور کفایت اللہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین وغیرہ سیکڑوں ایسے پیدا ہوئے ہوں جنہوں نے ایک عالم کو سیراب کیا ہو اور جو آسمان علم و ہدایت کے آفتاب و ماہ تاب بن کر چمکے ہوں، جن کے علوم نے اس آخری دور میں سر قند و بخارا اور بغداد کی یاد تازہ کر دی ہو تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اب انہیں علوم کو پڑھ کر ویسی شخصیتیں پیدا نہ ہوں۔

زیر نظر کتاب ”آداب المعلمین“ اسی اصلاحی کوشش کی ایک اہم

کڑی ہے جس میں دس آداب معلمین کے لئے نہایت مؤثر سادہ اور دلنشین انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت مولانا الشاہ السید صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم و فیوضہم کی ذات گرامی اپنی علمی قابلیت، بالغ نظری اور خلوص و للہیت کے اعتبار سے محتاج تعارف نہیں ہے، آپ کی پوری زندگی درس و تدریس اور اصلاح و تبلیغ کے لئے گویا وقف ہے، حضرت والا نے طویل ذاتی تجربات کے بعد زیر نظر کتاب مرتب فرمائی ہے، کتاب مدرسین کے لئے بہر صورت مفید اور حرز جان بنالینے کے قابل ہے، میں اپنے علم و فہم کے قصور کا معترف ہوں تاہم اتنی بات بلا خوف و تردید عرض کر سکتا ہوں کہ پوری کتاب پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مصنف ادام اللہ فیوضہم نے اپنی خداداد ذہانت اور بالغ نظری سے یہ سارے آداب کتاب و سنت سے اخذ فرما کر پیش فرمائے ہیں جس پر حضرات صحابہ و تابعین اور اکابر امت نے عمل کر کے ان کے برکات و ثمرات حاصل کئے ہیں، نیز حضرت مصنف نے اصلاح کی صحیح سمت کا تعین فرما کر اہل علم و اہل تحقیق کو دعوت غور و فکر دی ہے۔

امید ہے ہمارے حضرات معلمین اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیکر پورے طور پر مستفید ہوں گے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ حضرت مصنف دامت برکاتہم کے سائے کو دراز فرمائیں اور ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے امت کو جیش از بیش مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

بندہ عبد القیوم مظاہری جامعہ اسلامیہ قلی بازار کانپور

بسم الله الرحمن الرحيم

معلمین کے آداب

ادب اول

شاگردوں پر شفقت اور نرمی

استاذ کو چاہیے کہ شاگردوں پر شفقت کرے اور ان کو اپنے بیٹوں کے برابر جانے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما انا لکم مثل الوالد لولدہ

میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسا کہ والد اپنے لڑکے کے لئے۔

ابو ہارون عبدی اور شہر بن حوشب کہتے ہیں جب ہم طالب علم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے، خوش آمدید وصیۃ رسول اللہ خوش آمدید سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب زمین تمہارے لئے مسخر کر دی جائے گی اور تمہارے پاس کم عمر آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے، تفقہ فی الدین کے خواہش مند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے، پس جب وہ آئیں تو انہیں تعلیم دینا، مہربانی سے پیش آنا، ان کی آؤ بھگت کرنا اور حدیث بتانا (جامع البیان العلم) غصہ اور طیش میں آ کر کبھی بچوں کو سزا نہ دے کیوں کہ کوئی حکیم غصہ میں بھرا ہوا مریض کے مرض کو ختم نہیں کر سکتا، غصہ میں دل قابو میں نہیں

رہتا، جب استاذ کا دل ہی قابو میں نہیں تو وہ شاگرد کو کیسے اپنے قابو میں لاسکتا ہے، اس میں تو اور خرابی کا اندیشہ ہے۔

کی نصیحت بری طرح ناصح

اور اک دس ملا دیا دس میں

تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ سخت کلمات کی بہ نسبت نرم کلمات زیادہ موثر ہوتے ہیں یہ حماقت ہے کہ جس برتن میں آدمی کچھ ڈالنا ہے پہلے ہی اس میں سوراخ کر دے، جب شاگرد کے دل کو اپنی سختی اور مار پیٹ سے چھلنی کر دے گا تو اس میں خیر کی بات کس طرح ڈال سکے گا۔

خوف دلانے اور دباؤ ڈالنے سے خواہ وقتی طور پر کام چل جائے، مگر یہ کامیابی عارضی ہوتی ہے اور آج کل تو وقتی کامیابی بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے جو اراکین اور ذمہ دار حضرات کے لئے انتہائی پریشانی اور مد ارس کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

جو استاد اخلاقی برائیوں کو حسن خلق کے ذریعہ رفع کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا وہ استاذ کہلانے کا مستحق نہیں، اصل بات یہ ہے کہ عام طور سے اساتذہ کو اپنی بد خلقیوں کی طرف بالکل توجہ نہیں ہوتی، اور نہ اپنی اصلاح کی فکر ہوتی ہے، بزمِ خود اپنے کو کامل سمجھ لیتے ہیں اور ناقص جب اپنے کو کامل سمجھ لے تو اس سے جو بھی فتنہ اٹھ کھڑا ہو وہ کم ہے۔

یاد رکھیے چھوٹے بچوں کے دل میں رعب اور خوف کا سامنا ایسا ہی برا ہے کہ جیسا نرم و نازک پودے پر باد صرصر کا تند جھونکا یا پھولوں پر لوکا چلنا۔
امام غزالی فرماتے ہیں کہ استاد کو بردبار اور حلیم الطبع ہونا چاہیے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا جب تک تیرا غصہ باقی ہے اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کر۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ معلم کو مہر و محبت کا مجسمہ ہونا چاہیے درشت خو آدمی کی بات سننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا حد یہ ہے کہ مریض کڑوی دوا کو یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ مرض زائل کرے گی پینے سے گریز کرتا ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ولو كنت فظاً غليظ القلب لانفضوا من حولك ۝۲
 ”تعلیم المعلم“ میں لکھا ہے کہ استاد مشفق کا لڑکا بھی عالم ہوتا ہے کیوں کہ استاد کی خواہش ہوتی ہے کہ اسکے شاگرد عالم بن جائیں اس لئے اس آرزو کی برکت اور اس کی شفقت کی وجہ سے اس کا لڑکا بھی عالم ہو جاتا ہے۔

برہان الائمہ سب طلبہ سے فارغ ہونے کے بعد دو پہر کے وقت اپنے دونوں لڑکوں کو پڑھاتے تھے، لڑکوں نے کہا کہ اس وقت پڑھنے میں طبیعت نہیں لگتی، فرمایا جو طلبہ دور دور سے میرے پاس آتے ہیں، میرے لئے ضروری ہے کہ پہلے انہیں پڑھاؤں ان لڑکوں نے اس میں مزاحمت نہ کی اس کی برکت سے اپنے زمانہ کے بڑے عالم ہوئے اپنے ہم عصروں پر فوقیت لے گئے۔

آج کل صاحبزادگی کے مرض کا شکار ہو کر اکثر اساتذہ کے لڑکے جاہل رہ جاتے ہیں یا دوسری لائن اختیار کر لیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علم اس گھر سے ختم ہو جاتا ہے دوسرے طلبہ کے مقابلے میں کبھی اپنی اولاد کو ترجیح نہ دینا چاہیے۔

امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے تو سمجھے کہ یہ تمہاری اولاد ہیں۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس میں خصوصیت کے ساتھ غصہ سے پرہیز کرو۔

امام ربائیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک طالب علم فرش پر بیٹھا قرآن مجید پڑھ رہا تھا، حضرت نے خیال کیا تو اپنے نیچے فرش زیادہ پایانی الفور زائد فرش اپنے نیچے سے نکال کر اس طالب علم کے نیچے بچھا دیا۔

استاد الکمل حضرت مولانا مملوک العلی صاحبؒ کا حال یہ تھا کہ جب طالب علم بیمار ہوتا تو اس کی قیام گاہ پر جا کر عیادت کرتے اور اس کی ہر طرح دلجوئی کرتے، حالاں کہ اس زمانہ میں دارالطلبہ کا انتظام نہیں تھا مختلف مساجد اور مکانوں میں طلبہ رہتے تھے۔

احقر نے اپنے استاد مولانا سید امین الدین صاحبؒ سے جو احقر کے رشتہ میں ماموں بھی ہوتے ہیں، سنا ہے فرماتے تھے، کہ حضرت مولانا سید ظہور الاسلام صاحبؒ بانی مدرسہ اسلامیہ فتحپور کے زمانہ میں ایک بنگالی طالب علم سخت بیمار ہوا اور حالت اخیر معلوم ہونے لگی مولانا تشریف لے گئے تو اس طالب علم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے حضرت مولانا نے تسلی دی اور فرمایا، گھبراؤ نہیں تم انشاء اللہ اچھے ہو جاؤ گے، اور اس کے بعد سجدہ میں دیر تک دعاء مانگتے رہے، فرمایا اے اللہ! اگر جان ہی لینا طے ہے تو ظہور الاسلام کا بچہ عطیۃ اللہ حاضر ہے یہ طالب علم پر دیسی ہے میری امانت میں ہے اس کو صحت عطا فرما، حضرت الاستاد نے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں گھر سے اطلاع آئی کہ عطیۃ

اللہ کی حالت غیر ہے، جلد تشریف لائیے حضرت مولانا پنچے تو انتقال ہو چکا تھا حضرت کا یہی اکلوتا اور ہونہار لڑکا تھا۔ اللہ پاک باپ بیٹے دونوں کی قبر کو نور سے بھر دے۔

بنا کر دند خوش ر سے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اسلاف کی شفقت کے یہ نمونے ہیں، آج ذرا سی اور معمولی سی بات پر طلبہ کی اس قدر پٹائی ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے، ایک دشمن قبضہ میں آ گیا ہے جس سے جی بھرا انتقام لینا ہے۔

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے تو سبق یاد نہ ہونے پر بھی استاد کے مارنے کو منع فرمایا ہے، چنانچہ خانقاہ میں سخت تاکید تھی کہ کوئی استاد طالب علم کو نہ مارے اس کی اطلاع تعلیم کے ذمہ دار کو دی جائے وہ مناسب سزا تجویز کرے گا استاد کی طرف سے طالب علم کے دل میں اگر تکدر ہو گیا تو پھر اس کو فیض نہیں ہو سکتا، نیز بسا اوقات جو کچھ یاد ہوتا ہے، مارنے کے خوف کی وجہ سے بھول جاتا ہے، بعض اساتذہ تو چہرے پر مارنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے حالانکہ حدیث پاک میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے یہ مارنے والے اس پر غور کریں کہ ہم اپنے بارے میں کیا چاہتے تھے۔

کیا طالب علمی کے زمانہ میں ہماری بھی خواہش رہی ہے کہ روزانہ بدن پر چھڑیاں اور فچیاں لگائی جائیں اگر ایسا نہیں ہے تو پھر شاگرد کیلئے کیوں پسند کیا جا رہا ہے؟ حدیث پاک میں آیا ہے:

لا يؤمن احدكم حتى يحب لاختيه ما يحب لنفسه۔

(اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اندر یہ بات نہ ہو کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے) اگر طالب علم کو تاہی کرتا ہے پہلے اس کو شفقت اور نرمی سے سمجھائے اس کا اثر نہ ہو تو تنبیہ کرے، اس کا بھی اثر نہ لے تو مدرسہ کے ذمہ دار کو اس کے حالات سے مطلع کرے، اگر بار بار سمجھانے اور تنبیہ کے بعد بھی اس کی حالت درست نہ ہو تو اس کے سر پرست کو مطلع کر دیا جائے کہ یہاں اس کا رہنا مفید نہیں، دوسری جگہ بھیج دیا جائے ممکن ہے وہاں کچھ حاصل کر لے مگر یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے کہ دوسرے کی اصلاح میں اپنے کو فاسد کر دے۔

قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے حالات میں ہے، کہ ایک مرتبہ صحن مسجد میں درس دے رہے تھے بارش ہونے لگی طلبہ اپنی اپنی کتابیں لیکر اندر چلے گئے حضرت نے ان سب طلبہ کے جوتے اٹھائے اور حفاظت کی جگہ رکھ دیئے۔

امام سفیان ابن عیینہ ایک مرتبہ کسی بات پر طلبہ سے ناراض ہو گئے اور فرمایا لقد هممت ان لا احدثکم شہراً (میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ ایک ماہ تک درس نہ دوں) یہ سن کر ایک نوجوان طالب علم نے عرض کیا:

یا ابا محمد الن جانبک وحسن قولک وتاس بصالحی
سلفک واجمل مجالسة جلسائک فقد اصحت بقية الناس
وامینا لله ورسوله علی العلم .

(اے ابو محمد! آپ نرمی فرمائیے اور اچھی بات کیجئے اپنے اسلاف

کرام کی پیروی کیجئے اپنے حلقہ نشینوں کے ساتھ اچھا سلوک کیجئے کیوں کہ آپ بقیۃ السلف ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے علم کے امین اور ذمہ دار ہیں)

امام ابن عیینہ نے جب طالب علم سے یہ بات سنی تو نرم پڑ گئے اور رقت طاری ہو گئی، بہت روئے اور یہ شعر پڑھا:

خلت الديار فسدت غیر مسود

ومن البلاء تفردي بالسود

(بستیاں خالی ہو گئیں تو میں بغیر سردار بنائے سردار بن گیا اور تنہا میری سرداری میرے لئے بڑی آزمائش ہے)

پھر تمام طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا اور یہ سب آپ کی درس گاہ سے پورے طور پر فیضیاب ہو کر واپس ہوئے۔ (مقدمہ الحقوق شیخ عبدالقادر مغربی)

اگر ہمارے سلاطین اس طرح تحمل و ریزی سے کام نہ کرتے تو علم و دین ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا تھا، اصل بات یہ ہے کہ ان کے اندر علم دین کی اشاعت کا جذبہ تھا اس لئے سب کچھ برداشت کرتے تھے، ہمارے بول اس سے خالی ہیں۔

بستان المحدثین میں امام احمد ابن عبداللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ طلبہ کے ساتھ ان کی ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ صبح سے لیکر قریب ظہر تک مسلسل درس دیتے اور جب مجلس درس سے اٹھ کر مکان تشریف لیجاتے تو راستہ میں بھی طلبہ بقدر ایک جزء کے ان سے پڑھ لیتے تھے راقم الحروف نے حضرت استاذی مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم سے سنا ہے کہ کاندھلہ میں ایک صاحب کو ان کے استاد نے پڑھانے کے لئے بھیجا اور ہدایت کر دی کہ وہاں کسی سے کسی قسم کا سوال نہ کرنا، اللہ کے واسطے پڑھانا،

تمہارے مقدر کا جو کچھ ہوگا ملتا رہے گا چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق ایک مسجد میں انہوں نے کام شروع کر دیا کچھ دن بعد مسجد والوں نے ان کو ستانا شروع کیا اور کہا تم مسجد میں تعلیم نہیں دے سکتے انہوں نے فرمایا بھائیو! سن لو، امامت مجھے نہیں چاہیے، تمہارا کھانا مجھے نہیں چاہیے تنخواہ تم سے مانگنا نہیں، تم مسجد سے نکالتے ہو میں کسی درخت کے نیچے جا کر لڑکوں کو پڑھاؤں گا اور تم اگر چاہو کہ بستی چھوڑ دوں یہ ہرگز نہ ہوگا کیوں کہ جس نے بٹھایا ہے اس نے تاکید کر دی ہے کہ وہاں سے نکلتا نہیں، انہیں کا قصہ ہے کہ ایک شاگرد بھاگ گیا اس کی تلاش میں نکلے معلوم ہوا کہ وہ یہاں سے ملتان چلا گیا ہے وہاں کا سفر کیا اور اس کو لا کر پڑھایا آخر میں بستی والوں کو اپنی غلطی محسوس ہوئی معافی مانگی اور کہا کہ آپ مسجد میں چل کر تعلیم دیں فرمایا بہت اچھا! جب نکالا تھا وہاں سے ہم نکل آئے اور اب بلاتے ہو تو ہم چلتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اس علاقہ میں ان سے بہت فیض پہنچا، حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی ان کی شاگردی کی ہے جن کے فیض سے دنیا سیراب ہو رہی ہے۔



ادب دوم

درس و تدریس میں اخلاص نیت

استاد کو چاہیے کہ تعلیم کے بارے میں صاحب شریعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرے یعنی علم سکھانے میں اجرت کا خواہاں نہ ہو، تعلیم سے مقصود دنیا کمانا نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت کے لئے یہ کام کرے جو کچھ مل جائے اس پر قناعت، اس کی علامت یہ ہے کہ محض دنیاوی راحت اور عیش کے لئے اور تنخواہ کی زیادتی کی وجہ سے ایک درس گاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ نہ چلا جائے اگر ایسا کیا تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے علم کو دنیا کی کمائی کا ذریعہ بنایا ہے جس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید بیان کی ہے ارشاد فرمایا:

من تعلم علماً مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليطلب عرضاً من الدنيا لم يجد عرف الجنة يعني ربحها
(رواہ ابو داؤد، وابن ماجہ)

(جس نے ایسا علم سیکھا جس سے اللہ کی رضا مندی حاصل کی جاسکتی ہے لیکن اس کا مقصد دنیا ہے تو ایسے شخص کو جنت کی ہوا تک نہیں پہنچے گی)
تجلی بن معاذ کہتے ہیں کہ علم و حکمت سے جب دنیا طلب کی جائے تو اس کی رونق چلی جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اس کو دین کے بارے میں متہم سمجھو اس لئے کہ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے، اسی میں گھسا کرتا ہے، عالم کو چاہیے کہ دل میں حرص اور لالچ نہ آنے پائے بسا اوقات اس عادت کی بنا پر ذلت اٹھانی پڑتی ہے اگر ذلت کے ساتھ ظاہری عیش کچھ حاصل ہو گیا تو کیا عقلمندی ہوئی

بئس المطاعم حین الذل تکسبھا

القدر منتصب والقدر محفوظ

وہ کھانے کس قدر برے ہیں جن کو ذلت کے ساتھ تو حاصل کر رہا ہے کہ ہانڈی تو چوہے پر چڑھی ہے اور عزت خاک میں مل رہی ہے
 نانم افزودو آبر ویم کاست
 بینوائی بہ از مذلت درخواست

(سوال نے میری روزی تو بڑھادی اور عزت گھٹادی سوال کی اس ذلت سے تو فقر و فاقہ ہی کی زندگی اچھی تھی)

اے طائر لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اگر ممکن ہو تو دین کی خدمت بلا معاوضہ کرے یا پھر کم از کم اتنا کرے کہ جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرے اور صبر و شکر کے ساتھ کام میں لگا رہے اللہ پر بھروسہ رکھے کہ جس کا کام کر رہا ہے وہ حالات سے واقف ہے غیب سے سامان کرے گا ہمارے اسلاف میں بکثرت ایسے حضرات ملیں گے

خطیب نے کفایہ میں نقل کیا ہے کہ مشہور حافظ حدیث حماد بن سلمہ کا ایک شاگرد بحر چین کی تجارتی مہم پر روانہ ہوا اور وہاں سے کافی روپیہ کما کر لایا حماد استاد تھے بطور تحفہ کے بعض چیزیں پیش کیں، حضرت حماد نے فرمایا کہ ان دو باتوں میں سے ایک کو قبول کرو چاہو تو تمہارے تحائف قبول کر لوں لیکن پھر تم کو حدیث نہ پڑھاؤں گا اور اگر چاہتے ہو کہ تمہیں حدیث پڑھاؤں تو پھر ہدیہ نہ قبول کروں گا۔ (کفایہ ص ۱۵۳)

ابو عبد الرحمن سلمیٰ کی خدمت میں عمر بن حریث نے کچھ اونٹ بطور ہدیہ کے پیش کئے آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ ہم نے تمہارے لڑکے کو قرآن پڑھایا ہے اور کتاب اللہ پر ہم اجرت نہیں لیتے۔ (طبقات ابن سعد) عیسیٰ بن یونس جو رواۃ حدیث میں بڑے ممتاز مقام کے مالک ہیں تین پشتوں سے مسلسل ان کے خاندان میں حفاظ حدیث پیدا ہوتے چلے آ رہے تھے۔ ایک مرتبہ ہارون رشید کے مشہور وزیر جعفر برکی نے ایک لاکھ درہم ان کی خدمت میں پیش کئے لیکن بالکل قبول نہ کیا اور فرمایا میں نہیں چاہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی قیمت کھاؤں (تذکرہ ص ۲۵۸، ج ۱) ایک مرتبہ انہیں کی خدمت میں مامون رشید نے حدیث سننے کے بعد کافی رقم پیش کی لیکن انکار کر دیا اور فرمایا: لا شر بماء (ہرگز نہیں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں)

زکریا بن عدی جو صحاح کے راویوں میں ہیں ان کے حالات میں ذہبی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ان کی آنکھیں دکھنے آئیں ایک شخص سرمہ لیکر حاضر ہوا پوچھا کیا تم ان لوگوں میں ہو جو مجھ سے حدیث سنتے ہیں؟ اس

نے کہا جی ہاں! فرمایا پھر میں سرمہ کیسے لے سکتا ہوں، کیوں کہ حدیث سننے کا معاوضہ ہو جائے گا۔

ابراہیم الحری باوجودیکہ ان کی زندگی فقر و فاقہ کی تھی ان کی خدمت میں متعدد بار خلیفہ وقت معتضد باللہ نے بڑی بڑی رقیں بھیجیں لیکن قبول نہ کیا قاصد سے ایک مرتبہ عاجز ہو کر کہا کہ خلیفہ سے کہہ دو کہ ہم کو پریشان نہ کریں یا تو رقم بھیجنا بند کر دیں ورنہ ہم یہاں سے دوسری جگہ چلے جائیں گے۔

ابو یعلیٰ جزیرہ کے محدثین میں سے تھے ابن حبان ابو حاتم اور ابو بکر اسماعیل جیسے نامور محدثین ان کے شاگرد ہیں ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کا انتقال ہوا تو موصل کے تمام بازار بند ہو گئے اپنی تصنیف و تالیف میں صالح نیت رکھتے تھے حسبہ للہ علم حدیث کی تعلیم میں مشغول رہے تھے۔

حضرت مولانا قاسم صاحب کی خدمت میں پانچ سو روپے، تنخواہ کی پیشکش کی گئی جو آج کل کے حساب سے کئی ہزار کی رقم ہوتی ہے، فرمایا مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا یہ کہہ کر انکار کر دیا اور لوجہ اللہ دین کی خدمت میں لگے رہے

حضرت استادی شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں ڈھاکہ حیدر آباد سے کئی مرتبہ خطوط آئے لوگوں نے باصرار بلانا چاہا اور آج کل کے حساب سے تقریباً تین ہزار ماہ وار تنخواہ مقرر کی مگر حضرت نے منظور نہ فرمایا اور یہ لکھ کر انکار کر دیا۔

مجھے جینا ہی نہیں ہے بندہ احساں ہو کر

اور بغیر کسی معاوضہ کے جو کام تدریس و تالیف کا مظاہر علوم میں

دے رہے تھے اسی میں لگے رہے ”متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ“
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ آپ بیتی۔

حضرت استاذی قاری عبدالحمید صاحب نبیرہ راس المحدثین
مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بلا تنخواہ تعلیم دیتے تھے
یہی حال ان کے برادر خور حضرت مولانا قاری عبدالحلیم صاحب کا تھا،
حضرت مولانا فضل حق صاحب پانی پتی بلا تنخواہ طلبہ کو درس دیتے تھے۔ احقر
نے قدوری، ہدایہ النحو، انہیں سے پڑھی ہیں، آج کل عموماً علم دین پڑھنے
پڑھانے والے ایسے حضرات ہوتے ہیں جن کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہوتا
اور اگر کوئی ذریعہ اختیار کیا جاتا ہے تو خدمت دین کا حقہ ادا نہیں ہو سکتی اس
لئے تنخواہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کو مقصود بنایا جائے جس کی
علامت میں نے شروع میں تحریر کر دی ہے۔

ایک مرتبہ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت حکیم الامت سے
عرض کیا: حضرت تنخواہ لینے میں میری طبیعت کو الجھن ہوتی ہے کیوں کہ یہ تو
صاف دین فروشی ہے حکیم الامت نے جواب دیا: ہرگز یہ دین فروشی نہیں؛ آج
کل تنخواہ لینی چاہیے کیوں کہ اس سے کام اچھی طرح ہوگا اور اس کا بار طبیعت
پر رہے گا اور بدون تنخواہ لئے کام کا بار نہیں ہوتا مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے
عرض کیا: تنخواہ لینے میں یہ تو مصلحت معلوم ہوئی مگر اس ضرر کا کیا علاج ہے اس
میں دین فروشی ہے؟ اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت نے فرمایا: اس
کی پہچان کہ دین فروشی ہے یا نہیں ہے؟ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک جگہ اتنی
تنخواہ ملتی ہے کہ اس کے گزارہ کے لئے کافی ہے۔ پھر دوسری جگہ اس سے

زیادہ اتنی تنخواہ مل رہی ہے جس میں پہلی جگہ زیادہ دینی خدمت کی صورت نہیں ہے تو اگر وہ پہلی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے تو بیشک دین فروشی ہوگی۔

نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس دور میں دینی خدمت میں بھی دنیا مقصود ہوتی ہے کم ایسے لوگ ملیں گے جو دین کی خدمت برائے دین کرتے ہوں چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک جگہ عمر کا ایک حصہ گزارنے کے بعد جیسے ہی زیادہ رقم کی جگہ ملتی ہے تو اس جگہ چلے جاتے ہیں خواہ جہاں سے جارہے ہیں وہاں دین کا کتنا ہی نقصان ہو جائے اور جہاں جارہے ہیں وہاں کچھ بھی کام نہ ہو سکے۔

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب پانی پٹی بعد نماز فجر سے مسلسل عصر تک اور کبھی مغرب تک درس دیتے، کسی دن دوپہر کو آرام کا موقع مل جاتا ہر فن میں عبور تھا دوسرے مقامات سے بڑی بڑی تنخواہوں پر بلایا جاتا تھا مگر مدرسہ عربیہ گنبدان پانی پت کو چھوڑ کر کہیں تشریف نہیں لے گئے اور ۲۵ روپے مشاہرہ پر زندگی گزار دی۔

حضرت استاد ی ماموں مولوی سید امین الدین صاحب جن سے احقر نے کئی پارے حفظ کئے فارسی، عربی کی کچھ ابتدائی کتابیں بھی پڑھی ہیں ہمہ وقت تعلیم میں مصروف رہتے تنخواہ دس روپیہ تھی وہ بھی ہر ماہ نہیں ملتی تھی اللہ پاک نے ایسی برکت عطا فرمائی تھی کہ اس مختصر رقم میں اپنے اخراجات کے علاوہ دوسروں کی بھی امداد کرتے رہتے تھے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ بھی برابر رہتا تھا۔



ادب سوم

شاگردوں کے ساتھ خیر خواہی

استاد کو چاہیے کہ طلبہ کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرے اس سلسلہ میں چند باتوں کا خاص طور پر لحاظ رکھیں۔

الف۔ اگر اس کے پاس اتنی وسعت نہ ہو کہ وہ تحصیل علم کے ساتھ اپنے قیام و طعام کا خود کفیل ہو سکے تو اس کا حتی الوسع انتظام کرے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب ان کو اس بات کا علم ہوا کہ امام ابو یوسف بہت غریب ہیں، اور ان کی والدہ چاہتی ہیں کہ محنت مزدوری کر کے کچھ لائیں تاکہ کھانے پینے کا انتظام ہو تو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ان کے لیے وظیفہ اتنا مقرر کر دیا تھا کہ ان کے علاوہ ان کی والدہ کے لئے بھی کافی ہوتا تھا، امام صاحب کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ اگر کسی طالب کے گھر کا ایسا حال ہو اور اس کو علم کا شوق ہو تو اس کے گھر والوں کے گذر اوقات کا کوئی انتظام کر دے، اس لئے کہ اس ایک سے ہزاروں کی اصلاح ہوگی، اکابر نے تو یہاں تک کیا ہے کہ شاگرد کے فارغ ہو جانے کے بعد بھی جب پریشانی کا علم ہوا تو خفیہ طور پر امداد کر کے ان کو بے فکر کیا تاکہ دین کی خدمت اطمینان سے کر سکیں۔

محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ ابن مبارک طرطوس اور شام کے سفر میں رقبہ کے سرائے میں قیام کرتے تھے اس میں ایک نوجوان تھا جو ان کے زمانہ قیام میں پڑھا کرتا تھا ایک مرتبہ عبد اللہ ابن مبارک نے وہاں قیام کیا تو وہ نوجوان نے ملا، حال معلوم کیا تو لوگوں نے کہا کہ وہ ایک شخص کا دس ہزار کا مقروض ہو گیا تھا اس نے قید کر دیا ہے عبد اللہ ابن مبارک نے قرض خواہوں کو تنہائی میں بلا کر سب رقم ادا کر دی اور اس نوجوان کو رہا کرنے کے لیے کہا اور اس سے قسم لی کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا اس نے ایسا ہی کیا، ادھر جلد ہی ابن مبارک وہاں سے روانہ ہو گئے تاکہ نوجوان کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے نوجوان رہا ہو کر جب سرائے پہنچا تو آپ کو آمد و رفت کی اطلاع ملی اس کو بہت رنج ہوا طرطوس کی طرف روانہ ہوا کئی منزل کے بعد ملاقات ہوئی اپنے قید ہونے اور رہا ہونے کا تذکرہ کیا آپ نے پوچھا رہائی کیسے ہوئی؟ اس نوجوان نے کہا کوئی اللہ کا بندہ سرائے میں آکر ٹھہرا تھا اس نے اپنی طرف سے قرض ادا کر کے مجھے رہا کر دیا مگر میں اس کو نہیں جانتا عبد اللہ ابن مبارک نے فرمایا شکر ادا کرو کہ اس مصیبت سے اللہ نے تم کو نجات دی، ان کی وفات کے بعد قرض خواہ نے لوگوں سے اس واقعہ کو بیان کیا۔

امام محمد کے حالات میں ہے کہ ایک مرتبہ اسد ابن فرات کا خرچ ختم ہو گیا انہوں نے کسی سے ذکر نہ کیا امام محمد کو جب معلوم ہوا تو اسی دینار ان کے پاس بھجوائے۔ (معالم الایمان)

امام شافعی کی بھی انہوں نے کئی بار مالی امداد کی، ایک بار ان کو پچاس دینار دیئے اور فرمایا کہ اس میں عار محسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عراق کے زمانہ قیام میں ایک بار امام شافعی قرض کے سلسلے میں نظر بند کر دیئے گئے تھے امام محمدؒ نے قرض خواہوں کا قرض ادا کر کے انہیں رہا کرادیا۔ (مناقب کردری ص ۱۵۰)

حضرت استاذی مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ کے متعدد واقعات اس قسم کے ہیں کہ ان کو جب اس کا علم ہوا کہ کوئی طالب علم خرچ کی وجہ سے پریشان ہے تو فوراً اس کی حسب استطاعت امداد فرمائی ہر سال ایک بڑی تعداد طلبہ کی ایسی رہتی تھی جن کا وظیفہ حضرت اپنے پاس سے مقرر کر دیتے تھے۔

شیخ علی مفتی صاحب کنز العمال کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ طلبہ کو اپنے ہاتھ سے بڑی بڑی کتابیں لکھ کر دیا کرتے تھے سیاہی خود بناتے تھے، اور طلبہ کے لئے قلم اور سیاہی کا اپنے پاس سے انتظام کرتے تھے یہی حال ملا احمد ابن طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار کا تھا۔

ب۔ سبق کا ناغہ نہ کرے، اگر کسی مجبوری سے ناغہ ہو جائے یا کسی طالب علم سے مجبوراً سبق کا ناغہ ہوا ہو تو اس کی تلافی مختلف اوقات میں کر دے اگر اس قسم کی بیماری میں طالب علم مبتلا ہے کہ اپنی قیام گاہ سے اس کے پاس نہیں آ سکتا تو اس کے لانے کا کوئی انتظام کر دے، اگر یہ نہیں کر سکا تو خود ہی اس طالب علم کے پاس جا کر سبق پڑھا دے اس معاملہ میں سلف کی زندگی اور ان کی محنت کو سامنے رکھے۔

ربیع بن سلیمان کہا کرتے تھے امام شافعیؒ نے مجھ سے کہا اگر میں تجھے علم گھول کر پلا سکتا تو ضرور پلا دیتا۔

حضرت سفیان ثوریؒ بقسم فرماتے کہ واللہ یہ طالب علم اگر میرے

پاس نہ آسکیں تو میں خود ان کے پاس جا کر ان کو علم سکھاؤں، ایک شخص نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ یہ طالب علم تو بغیر نیت کے علم حاصل کرتے ہیں، آپ نے جواب دیا علم حاصل کرنا ہی نیت ہے۔

حضرت مولانا حافظ وقاری عبدالحلیم صاحب نبیرہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پٹی کے ذمہ بہت اسباق تھے احقر نے جب ان سے سب سے پہلے پڑھنے کی درخواست کی تو فرمایا وقت تو نہیں لیکن تمہارے لئے کوئی صورت نکالوں گا، دوسرے طلبہ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے کہا اجازت ہو تو ہم بھی شریک ہو جائیں اس طرح ایک بڑی جماعت تیار ہو گئی حضرت بعد ظہر ہدایہ پڑھاتے تھے طلبہ اپنی اپنی مسجدوں سے نماز پڑھ کر آتے تھے، فرمایا جو سب سے پہلے پڑھنے والے ہیں میری مسجد میں نماز پڑھ لیا کریں اور نماز کے بعد قرأت سب سے پہلے ہوگا، یہ وقت تو بڑی مشکل سے نکل سکا تھا، جب تک ہدایہ کے طلبہ جمع ہوں اس وقت تک ہم لوگوں کا سب سے پہلے سبق ہوتا تھا کچھ دن کے بعد فرمایا کہ سبق کم ہوتا ہے اس لئے بعد عشاء بھی پڑھ لیا کرو تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ فرمایا اتنی مقدار میں تو ایک سال میں پورے قرآن پاک کا اجرا نہ ہو سکے گا اس لئے تم سب لوگ میرے ہی مکان میں سو جایا کرو اور بعد تہجد سبق پڑھ لیا کرو حضرت نے ایک مکان علیحدہ مہمانوں کے لئے تیار کرایا تھا ہم سب طلبہ اور حضرت مولانا رات میں اسی مکان میں سوتے تھے، گھڑی میں الارم لگا دیا جاتا، حضرت مولانا بڑی پابندی کے ساتھ بعد تہجد سے فجر تک سبق پڑھایا کرتے تھے یہ ساری محنت طلبہ کے ساتھ شفقت ہی کی بناء پر تھی۔

حضرت مولانا نے مدرسہ سے تنخواہ کبھی بھی نہیں لی، افسوس آج ایسے اساتذہ کو نگاہیں ترستی ہیں، اللہ پاک ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔

ج۔ پڑھا ہوا سبق جب تک طالب علم نے یاد نہ کر لیا ہوا گلا سبق نہ پڑھائے اور آسانی کے لیے پڑھے ہوئے سبق کے متعلق سوالات تحریر کر دے اور دوسرے دن زبانی ان کا جواب ان سے پوچھے ہفتہ میں کم از کم ایک دن علمی سوالات ان سے کیا کرے تاکہ ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا رہے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر میں ردیف تھا آپ نے ایک سوال کیا اور فرمایا کہ معاذ کیا تجھے معلوم ہے کہ لوگوں پر خدا کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے فرمایا لوگوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں پھر فرمایا: اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ خدا پر لوگوں کا کیا حق ہے؟ اگر وہ ایب کریں میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے فرمایا خدا پر اس قسم کے لوگوں کا حق یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں؟ فرمایا نہیں عمل کرنے دو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا ایک درخت ایسا ہے کہ ان کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور اس کی مثال مومن کی سی ہے بتاؤں وہ کون سا درخت ہے صحابہ کے خیالات جنگلوں کے درختوں کی طرف دوڑنے لگے، میرے دل میں خیال آیا ہونہ ہو وہ کھجور کا درخت ہو لیکن شرم کی وجہ سے میں بول نہ سکا، آخر

صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضور ہی فرمادیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟ فرمایا وہ کھجور ہے، میں نے یہ واقعہ اپنے والد عمر بن الخطاب سے بیان کیا تو کہنے لگے کاش تو نے دل کی بات کہہ دی ہوتی (جامع بیان العلم)

نعمان بن مرہ سے روایت ہے کہ قرآن میں حکم نازل ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرابی چور اور زانی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے فرمایا یہ سب عمل فواحش ہیں، اور قابلِ تحریر ہیں لیکن بدترین چوری یہ ہے کہ آدمی نماز میں چوری کرے صحابہؓ نے عرض کیا نماز میں چوری کیسے ہوتی ہے؟ فرمایا اس طرح کہ نہ رکوع پورا کرے نہ سجدہ۔

سعید بن مسیب نے اپنے شاگردوں سے سوال کیا: وہ کون سا نماز ہے جس کی سب رکعتوں میں آدمی بیٹھتا ہے؟ شاگرد جواب نہ دے سکے تو فرمایا مغرب کی نماز ہے جب پہلی رکعت فوت ہو جائے اور دوسری رکعت میں تم شریک ہو تو ہر رکعت میں بیٹھو گے۔ (جامع بیان العلم)

د۔ اگر معلوم ہو جائے کہ سبق میں کوئی غلطی ہو گئی ہے تو فوراً رجوع کر لے اور طالب علم سے کہہ دے کہ فلاں بات میں نے غلط کہی تھی صحیح مطلب یہ ہے، اور اگر طالب علم عبارت کا مفہوم صحیح بتا رہا ہو تو اس کی بات مان لے اس میں استاذ کی بڑائی ہے اس کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی دیانت داری اور امانت کا سکہ شاگرد کے دل میں بیٹھ جائے گا۔

محمد ابن کعب قرظی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے بتایا ایک دوسرا شخص جو وہاں موجود تھا

اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! مسئلہ یوں نہیں یوں ہے حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا بیشک تم صحیح کہتے ہو مجھ سے غلطی ہوگئی۔ (جامع بیان العلم)

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے اعلان کیا کہ چالیس اوقیہ سے زیادہ عورت کا مہر نہ باندھا جائے اگرچہ وہ رئیس کی بیٹی ہو، جو کوئی ایسا کرے گا تو میں زائد رقم ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دوں گا، یہ سن کر عورتوں کی صف میں سے ایک لمبی عورت نے جس کی ناک چھٹی تھی اعتراض کیا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو اختیار حاصل نہیں، امیر المؤمنین نے فرمایا: کیوں اختیار نہیں؟ عورت نے جواب دیا اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا:

وَإِنْ أَنْتُمْ أَحَذَّهِنَّ فَنُطَارَ أَفْلَاحًا خَلُّوْا مِنْهُ شَيْئًا

(اگر اپنی کسی بیوی کو ڈھیر سامان دے چکے ہو تو بھی اس میں سے

کچھ نہ لو)

امیر المؤمنین نے یہ سنتے ہی بلند آواز سے فرمایا عورت نے ٹھیک کہا اور مرد سے غلطی ہوگئی۔ (جامع بیان العلم)

ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کے بارے میں مولانا گیلانی نے لکھا ہے: جب سید اسماعیل بلگرامی ان کے پاس پڑھنے کے لیے گئے چونکہ ملا صاحب کا وقت خالی نہ تھا کہ علیحدہ ان کے اسباق شروع کراتے اس لئے ایک جماعت میں شریک کر دیا، سید اسماعیل خاموشی کے ساتھ اسباق سنتے تھے، اور کوئی سوال نہ کرتے تھے ایک دن ملا عبد الحکیم نے کہا کہ ایک مدت ہوگئی تم نے ایک حرف بھی نہ پوچھا اس طرح پڑھنے سے کیا فائدہ؟ سید اسماعیل نے کہا کہ کوئی وقت خالی ہو تو دریافت کروں

دوسرے طلباء کے اوقات میں سوال کر کے ان کا حق ضائع کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا، ملا صاحب نے کہا: بعد عصر آئیے نماز عصر کے بعد ایک مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی اس میں مغرب کا وقت ہو گیا بعد مغرب پھر سلسلہ گفتگو چلا عشاء کا وقت ہو گیا بعد عشاء ملا صاحب نے فرمایا: کل تمام اسباق روک کر یہ مسئلہ سمجھا دوں گا لکھا ہے متواتر تین دن تک اس پر استاذ شاگرد کی گفتگو ہوتی رہی آخر میں ملا عبد الحکیم صاحب نے فرمایا: آخر تمہاری اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ سید اسماعیل نے بغیر نام ظاہر کئے ہوئے اپنی تحریر پیش کی اور کہا کہ اس مقام میں تحقیق کی گئی ہے ملا صاحب نے دیکھا اور پسند کیا۔

•۔ اگر کوئی طالب علم ذہین ہو تو کند ذہن طلبہ کے ساتھ جماعت بندی کی قید میں نہ رکھے بلکہ اس کے ذہن اور استعداد کے مطابق سبق پڑھائے اور اس کے وقت کو ضائع ہونے سے بچائے۔

امام محمد کے حالات میں لکھا ہے کہ دن کے علاوہ رات کے وقت بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے لیکن یہ درس عام نہ ہوتا تھا بلکہ جو طلبہ دور دراز سے خاص ذوق لے کر ان کی خدمت میں آتے اور ان کے پاس وقت کم ہوتا ان کے لیے یہ وقت رکھا تھا۔

راقم الحروف نے اپنے اساتذہ کو اس میں بہت شفیق پایا، اس قسم کے طلبہ کے ساتھ مدرسہ کے اوقات کے علاوہ خارج میں ان پر بڑی محنت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے اساتذہ کا ہمارے ساتھ ایسا ہی معاملہ تھا۔

مظاہر علوم کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا امیر احمد صاحب و

دیگر اساتذہ کرام کا یہی طرز دیکھا احقر نے حضرت مولانا سے خارج میں متعدد کتابیں پڑھیں اللہ پاک ان پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرت مولانا عجب نور صاحب کو ہاٹ بنو کے رہنے والے تھے، فرماتے تھے کہ ہم نے پوری درسیات تین سال میں ختم کی ہیں استعداد کا عالم یہ تھا کہ کوئی فن ایسا نہ تھا جس میں ان کو مہارت نہ ہو یہ بھی فرمایا کہ فراغت سے پہلے میں نے قاضی مبارک کا تکرار بائیس مرتبہ کرایا ہے احقر نے درس میں خود دیکھا کہ قاضی حمد اللہ، شمس بازغہ، میرزا ہد امور عامہ، تصریح چھمینی جیسی مشکل کتابیں حفظ پڑھاتے تھے، مصنفین اور محققین سے جہاں چوک ہوئی ہے ان کی نشاندہی فرماتے کہ یہاں ان سے غلطی ہوگئی ہے اور اس کا غشاء بھی بیان کر دیتے تھے کہ اس بات سے ان کو دھوکہ لگا ہے، ہدایہ آخرین تو ضیح تکوین بھی ان کے یہاں عجب انداز سے ہوتی تھیں، ایک مرتبہ احقر کے رفیق درس مولوی سلطان احمد بلوچستانی نے میرزا ہد امور عامہ کے سبق کے درمیان فرمایا: عجیب کتاب لکھی ہے اس سے قبل بھی وہ کئی بار یہ جملہ فرما چکے تھے حضرت نے فرمایا مولوی سلطان! تمہارے منہ سے میں نے کئی بار یہ بات سنی ہے میرزا ہد نے اگر ایسی کتاب لکھ دی ہے تو کوئی کمال نہیں ان کو ہر طرح کا اطمینان حاصل تھا کئی بار ان کا وزن سونے سے کیا گیا اور پورا سونا ان کی نذر کر دیا گیا ایسے اطمینان اور فراغت کی حالت میں انہوں نے ایسی کتاب لکھ دی تو کیا کمال کیا اگر اس قسم کا اطمینان آج نصیب ہو تو اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ اس جیسی بہت سی کتابیں لکھ سکتے ہیں لیکن حال تو یہ ہے کہ مہینہ ختم ہوتے ہوتے کھانا پکانے کے لئے کبڑی

تک کے پیسے نہیں رہتے، ایسی پریشانی کے عالم میں جو حضرات مدارس میں درس دے رہے ہیں یہی ان کا بڑا کمال ہے، ایسی کتاب تصنیف کرنے کے لئے میرزا بد جیسا اطمینان کہاں سے لاویں۔

شیخ اکل سیدی و مولائی استاذی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم نے قلیل مدت میں تمام درسی کتب سے فراغت حاصل کر لی تمام علوم و فنون میں اللہ پاک نے کمال عطا فرمایا خصوصاً علم حدیث میں جو ان کی تصانیف ہیں آج اس کی نظیر نہیں۔

احقر مکہ معظمہ میں حضرت سید علوی مالکی کی خدمت میں حاضر ہوا جو وہاں سب سے بڑے عالم تھے، ان کی مجلس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب کی کتاب اوجز المسالک شرح موطا امام مالک کا تذکرہ ہوا، فرمایا: حقتہ میں میں بھی اس کتاب کی نظیر نہیں۔

احقر کے رفیق درس مولانا عاشق صاحب بلند شہری جن کی متعدد تصانیف ہیں انہوں نے بیان کیا کہ چھ ماہ میں ہدایۃ النخوت تک پڑھا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر جماعت اور نصاب کی قید میں ان حضرات کو رکھا جاتا تو کتنا وقت ضائع ہوتا، احقر کے پاس پڑھنے والے طلباء میں بعض ایسے آئے جنہوں نے ایک سال میں شرح جامی بحث فعل تک پڑھا۔

ذ۔ اگر کوئی مقصود طالب علم کی سمجھ میں دوران سبق نہ آ رہا ہو تو پھر دوسرے وقت اس کو سمجھا دے اس سلسلہ میں اگر وہ کسی دوسرے استاد سے اس کو حل کرنا چاہے تو اس میں ناگواری نہ ہونی چاہیے بلکہ خود کہہ دینا چاہئے کہ مجھے اتنا ہی معلوم تھا اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو کسی اور سے سمجھ لینا یا میں ہی

دریافت کر کے بتا دوں گا اور اگر اس مضمون کو خود استاد نہیں سمجھ رہا ہے تو صاف اقرار کر لے کہ میری سمجھ میں اس وقت نہیں آ رہا ہے اور پھر کسی وقت سمجھا دوں گا، اس میں توہین کی کیا بات ہے دنیا میں کون ایسا ہے جس کو ہر بات معلوم ہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں لوگو! جو بات جانتے ہو وہی کہو جو نہیں جانتے اس پر اللہ اعلم کہا کرو کیوں کہ علم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ جو بات نہ جانتا ہو اس میں لاعلمی کا اعتراف کرے۔

حضرت شعبی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا فرمایا: مجھے نہیں معلوم یہ جواب سن کر ان کے ایک شاگرد نے کہا: آپ نے اپنی لاعلمی کا اقرار کر کے ہم کو شرمندہ کر دیا فرمایا: لیکن ملائکہ مقررین تو لاعلمی کا اقرار کر کے شرمندہ نہیں ہوئے بلکہ کہا:

لَا عَلِمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

حضرت عبداللہ ابن عمر سے ایک شخص نے سوال کیا تو جواب دیا میں نہیں جانتا وہ آدمی کہنے لگا عبداللہ ابن عمر نے کہا اچھا طریقہ اختیار کیا کہ جو نہیں جانتے اس سے لاعلمی کا اقرار کر لیا، حضرت مجاہد سے میراث کا مسئلہ پوچھا گیا جواب دیا میں نہیں جانتا کہا گیا: آپ جواب کیوں نہیں دیتے فرمایا عبداللہ ابن عمر کو جو بات معلوم نہ ہوتی تھی تو صاف صاف لفظوں میں اقرار کر لیتے کہ مجھے معلوم نہیں۔

سعید ابن جبیر سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو کہنے لگے مجھے معلوم نہیں اور ہلاکت ہے اس کے لئے جو علم نہ رکھنے پر علم کا دعویٰ کرے۔ عبدالرزاق کی روایت ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے عبداللہ ابن

عباسؑ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عالم جب لا ادری کہنا بھول جاتا ہے تو ٹھوکریں کھانے لگتا ہے۔

عقیدہ بن مسلم کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی صحبت میں چونتیس ماہ رہا اور برابر دیکھتا رہا کہ اکثر مسئلوں میں لا ادری کہہ دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لاعلمی کی صورت میں لا ادری کہنا آدھا علم ہے سلف صالحین کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو ذرا بھی اس میں تامل نہ ہوتا تھا کہ اگر ان کو کوئی بات معلوم نہ ہوتی تو فوراً اس کا اعتراف کر لیتے تھے۔ یا دوسرے سے دریافت کر کے جواب دیتے۔

احقر نے سیدی و مولائی حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ اسعد اللہ صاحب قدس اللہ اسرار ہم کو بارہا دیکھا کہ دوران سنی میں اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو فوراً کہہ دیا کہ یہ مضمون سمجھ میں نہیں آیا، اکثر ایسا ہوا کہ اسی وقت استاذ الکمل حضرت استاد مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب محدث کامل پوریؒ کی خدمت میں جا کر معلوم کیا اور پھر طلبہ کو آ کر بتایا۔

فقید عصر حضرت استاد مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم جن کا ہر فن میں عبور اور حاضر جوابی ہر ایک کو مسلم ہے اکثر ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق نہیں اس کا مجھے علم نہیں۔



ادب چہارم

شاگردوں کی تربیت

استاذ کو چاہئے کہ شاگرد کو اخلاق بد سے جہاں تک ہو سکے کنایہ اور پیار کی راہ سے منع کرے تصریح اور توہین کے ساتھ نہ جھڑکے اس لئے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کر دیتی ہے، اور خلاف کرنے پر جرأت کا باعث اور اصرار پر حریص ہونے کا موجب ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کل استادوں کے استاد ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: اگر آدمیوں کو بینگنیاں جمع کرنے سے منع کر دیا جائے تو ضرور جمع کریں گے، اور خیال کریں گے کہ ہم کو جو اس سے منع کیا گیا ہے تو ضرور اس میں کوئی بات ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے جیسا کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا قصہ اس پر شاہد ہے، مشہور مقولہ ہے:

الانسان حریص فیما منع (جس چیز سے انسان کو روکا جائے اس میں وہ اور بھی حرص کرنے لگتا ہے۔)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب مضمون ”صحیح طریق کار“ کے تحت رسالہ معرفت حق میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں مستقل ایک باب ہے باب التیسیر

کے عنوان سے قائم فرمایا ہے اور اس میں یہ آیت بیان کی ہے: **فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظاً غليظاً للقلب لا انفضوا من حولك** ۵ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جو ایک خاص وصف رفیق و لین کا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب تھا، ورنہ اگر آپ تعلیم و تربیت میں سخت ہوتے تو صحابہ کو احکام سیکھنے اور فیوض و برکات کے اخذ کرنے میں دشواری اور دقت ہوتی، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نرم مزاج و رفیق بنا کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ سہولت اور یسر کا ارادہ فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ
نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللین یسر یعنی دین آسان اور سہل ہے اور ارشاد فرمایا: **بِعُسْرٍ ميسرين ولم تبعثوا معسرين** یعنی تم لوگ آسانی کرنے والے مبعوث ہوئے ہو سختی اور تنگی کے لئے نہیں مبعوث ہوئے۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے خود آسانی کا ارادہ فرمایا اور دین بھی آسان اور سہل بھیجا اور نبی کو بھی رحمۃ اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا چنانچہ آپ نے ہر امر میں رفیق و سہولت کا لحاظ فرمایا اور امت کو بھی باب اصلاح و تربیت میں خصوصیت کے ساتھ یسر کا امر فرمایا تو اب اس کے بعد کسی کی مجال کیا ہے جو یسر اور سہولت کو نہ اختیار کرے لہذا اب جو کوئی بھی دین سکھانے کا ارادہ کرے اس کو رفیق و یسر کا اختیار کرنا لازم ہے۔ (معرفت حق)

حضرت ثمامہ بن اثال جو اہل یمامہ کے سردار تھے ان کے اسلام

کا سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی ہی تو تھی۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب حکم الاسراء)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ایک مرتبہ مسجد میں درس دے رہے تھے ایک شاگرد جس کو غسل کی حاجت ہو گئی تھی، اس خیال سے کہ غسل کرنے میں دیر ہو جائے گی سبق کی غیر حاضری پر حضرت شاہ صاحب ناراض ہوں گے بغیر غسل ہی سبق کے لئے حاضر ہوا، جیسے ہی مسجد کے دروازے پر پہنچا اور شاہ صاحب کی نگاہ پڑی تو سبق بند کر کے اس طالب علم کو وہیں روک لیا اور سب طلبہ سے کہا کہ آج تفریح کو جی چاہتا ہے چلو سب لوگ تفریح کو چلیں، کتاب ساتھ لے لو وہیں سبق ہو جائے گا، سب طلبہ کے ساتھ وہ طالب علم بھی چلا حضرت نے جمنہ کا کنارہ تفریح کے لئے تجویز کیا، سب لوگ جمنہ پر پہنچے تو حضرت نے فرمایا جی چاہتا ہے کہ غسل کریں سب نے غسل کیا اس طالب علم نے بھی غسل کیا اس کے بعد فرمایا: آؤ پھرائی سبق پڑھا دیں ناغہ کیوں ہو، ظاہر ہے اس حکمت عملی کا اس طالب علم پر کیا اثر ہوا ہوگا۔

خواجه شمس الملک جو خولجہ نظام الدین اولیاء کے استاذ ہیں ”تاریخ دعوت و عزیمت“ میں ان کا واقعہ لکھا ہے کہ اگر کوئی طالب علم ناغہ کرتا تو فرماتے: مجھ سے کیا قصور ہوا کہ آپ نہیں آئے یہ جملہ سن کر کون شاگرد ایسا ہوگا جو پانی نہ ہو جائے اور پھر آئندہ اس جرم کا ارتکاب کرے۔

یہی تربیت و شفقت تھی جس کی وجہ سے پہلے زمانے کے طلبہ اپنے اساتذہ پر قربان ہونے کو تیار ہو جاتے تھے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی شاگرد کو کسی حرکت ناشائستہ پر نصیحت کرنا ہو اور وہ حرکت ایسی ہو کہ اگر سب کے سامنے ظاہر کی جائے تو اسے شرم آئے گی تو اس کو تنہائی میں نصیحت کرے اور بعد کو وہ نصیحت سب کو سنا دے مگر اس شاگرد کا نام نہ لے، اس طرز عمل سے اس کو ندامت نہ ہوگی اور نصیحت کا فائدہ دوسروں کو بھی حاصل ہو جائے گا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

طلبہ کو تربیت کے سلسلہ میں سلف صالحین کے واقعات اور ان کی طالب علمی کے حالات سنانا بیحد مفید ہے افسوس کہ مدارس میں اس کا اہتمام نہیں حالانکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ طلبہ کی ہر قسم کی حالت درست کرنے میں یہ طریقہ بہت مؤثر ہے۔

راقم الحروف جب مدرسہ اسلامیہ فتحپور میں مدرس تھا اور مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں حضرت استاد مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی تشریف لائے تو ایک مجلس میں احقر اور مولانا عبدالرحمن جامی مدظلہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم دونوں میرے شاگرد ہو اس لئے نصیحت کرتا ہوں کہ دوران سبق میں بھی خواہ کسی فن کی کتاب ہو طالب علم کے لئے اصلاح کی بات ضرور کیا کرو، اساتذہ اس کا خیال نہیں رکھتے، جس سے عام طور پر طلبہ کی اخلاقی زندگی خراب ہوتی جا رہی ہے۔

حضرت مولانا نعمانی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں، اگر مدارس میں تربیت کے سلسلہ میں کم از کم یہی ہوتا کہ طلبہ میں دینی شغف پیدا کرنے کی طرف توجہ کی جایا کرتی اور دین کی قدر و قیمت ان کے دل و دماغ میں

بٹھانے کی معمولی سی بھی کوئی کوشش ہوا کرتی تو یہ نہ ہوتا کہ چار چار چھ چھ سال ہمارے ان مدارس میں پڑھ کر جو لوگ درمیان میں چھوڑ کر کسی وجہ سے چلے جاتے ہیں تو عموماً یہی دیکھا جاتا ہے کہ وہ کوئی دینی اثر لے کر نہیں جاتے۔ (انتہی بلفظہ)

حضرت مولانا موصوف نے تیس سال قبل کا یہ تجربہ بیان کیا ہے کہ بغیر تکمیل کے جو طلبہ مدرسہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، ان کے اندر علم دین کا کوئی اثر اس وجہ سے نہیں ظاہر ہوتا کہ ان کی صحیح تربیت نہیں کی گئی۔ لیکن اب تو تکمیل کے بعد اور دس پندرہ برس مدارس میں گزارنے کے بعد بھی علم کی خو، بو، ان میں کچھ نہیں آتی، حد یہ ہے کہ مسند درس پر فائز ہو جانے کے بعد بھی ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ہوتا اور ان کی اس کج روی سے طلبہ اور عوام پر جو برا اثر پڑتا ہے اور اہل علم کی طرف سے جو نفرت ان کے کردار سے پیدا ہوتی ہے، خدا کے یہاں اس کی گرفت کا ذرا بھی خوف نہیں پیدا ہوتا نتیجہ جو کچھ ہے سامنے ہے، کہ ایسے لوگوں سے اصلاح تو کیا ہوتی شر اور فتنہ کا جو دروازہ کھلتا ہے اس کا بند کرنا مشکل ہو جاتا ہے یہ سب اسی بے توجہی کا خمیازہ ہے کہ مدارس میں عام طور سے تربیت کا لحاظ نہیں کیا جاتا، اساتذہ کرام قرأت خلف الامام، آمین بالجبر، رفع یدین وغیرہ مسائل پر کئی کئی دن تقریریں کرتے ہیں لیکن معائب اور نقائص کی برائیاں اور ان پر دین و دنیا کا خسارہ اور جو محاسن و ملکات اہل علم کے اندر ہونے چاہئیں ان کے حاصل کرنے کی ترغیب کے سلسلہ میں زبان تک نہیں ہلائی جاتی۔

مہتمم اور اراکین کا حال یہ ہے کہ اگر کسی طالب علم سے خفگی ہوگئی

تو آسان علاج یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا اخراج کر دیا جائے، حالانکہ یہ دانشمندانہ فیصلہ نہیں ہے یہ کون غفلت مند جائز رکھے گا کہ اگر کسی عضو میں کوئی پھنسی لکل آئی ہے تو اس عضو ہی کو کاٹ دیا جائے صحیح تدبیر یہ ہے کہ اس کا علاج کیا جائے اور اس عضو کو صحیح کر کے اس سے کام لیا جائے، ہاں اگر خدا نخواستہ اس میں ایسی خرابی ہو گئی ہو جس سے تمام جسم پر اثر پڑے گا تو پھر اس کو علیحدہ کر کے باقی جسم کو محفوظ کر لیا جائے، اسی طرح کسی طالب علم کے اندر کوئی خرابی ہو تو حسن تدبیر سے اس کو خرابی سے نکالنے کی کوشش کی جائے اگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی ہے تو پھر اس کا اخراج کیا جائے۔

مگر تربیت والا ذہن نہ ہونے کی وجہ سے جو آخری اور مجبوری والا علاج تھا اس کو اپنی آسانی کے لئے ابتداء ہی میں بروئے کار لایا جاتا ہے، اس غلط طریقہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سیکڑوں وہ طالب علم جن پر کچھ محنت کر کے اور ہدایت نبوی کا طریقہ اختیار کر کے ان کو سنوارا جاسکتا تھا، جس سے وہ امت کے لئے اچھا نمونہ اور باب مدارس کی تن آسانی اور لاپرواہی بلکہ سچ پوچھے تو اس راہ کی ناواقفیت ان طلبہ کو اس دولت سے محروم کر دیتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں اور نہ ہمارے اسلاف کا یہ طریقہ رہا ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے آداب معلمین کے سلسلہ میں ایک جگہ تحریر فرمایا کہ اگر معلمین سے کوئی بات خلاف طبیعت پیش آوے اور باعث طلال ہو تو یہ خیال کر کے کہ ان سے دین کا نفع مجھ کو بہت ہے، معاف کر دے معاف کر دینے سے اللہ پاک کے یہاں قرب بڑھے گا، حضرت

مولانا سمیع شہیدؒ کو ایک شخص نے مجمع میں حرامی کہا، حضرت نے فرمایا بھائی تم غلط کہتے ہو میں حرامی نہیں ہوں، میرے والدین کے نکاح کے گواہ ابھی تک موجود ہیں۔

ایک بزرگ کو لوگوں نے مکار کہا، مریدوں نے اس کو مارنا چاہا فرمایا انہیں جانے دو کچھ نہ کہو اور میرے ساتھ آؤ گھر لے جا کر ان کو بہت سے خطوط دکھائے جن میں بڑے بڑے القاب لکھے تھے، اس کے بعد فرمایا کہ مکار کہنے والوں پر اس وجہ سے غصہ کر رہے ہو کہ انہوں نے غلط بات کہی ہے تو ان القاب کے لکھنے والوں پر بھی غصہ کرنا چاہیے انہوں نے بھی تو غلط لکھا ہے۔

حضرت علیؑ ایک شخص کو جہاد میں قتل کر رہے تھے اس نے منہ پر تھوک دیا آپ علیؑ علیحدہ ہو گئے، دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں ڈرا کہ پہلے تو قتل اللہ کے لیے تھا اور اب نفس کے تقاضے سے کہیں نہ ہو۔

غرض کہ معلم کو چاہیے کہ اپنے دل کو پاک و صاف رکھے کسی طالب علم سے ناخوش ہو کر کینہ نہ رکھے، اس سے دل سیاہ ہوتا ہے اپنے کو اس شعر کا مصداق بنائے۔

آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن

اور یہ خیال کرے کہ ان طلبہ نے اپنے کو میرے حوالہ کر دیا ہے، مجھے ان پر محنت کر کے اور ان کو بنا سنوار کر کے اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے، یہ میری کھیتی ہے جو آخرت میں کام آئے گی طلبہ کے طفیل میں اللہ پاک استاد کو بڑی خوبیاں عطا فرماتے ہیں، بسا اوقات استاد کے دل

میں مضامین کا القاء طلبہ ہی کی بدولت ہوتا ہے حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب محدث پانی پٹی کے متعلق ان کے استاذ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر کی فرمایا کرتے تھے کہ الفاظ حدیث کے میں ان کو پڑھاتا ہوں اور حدیث کی روح مجھے خود ان سے حاصل ہوتی ہے، اس کا بارہا تجربہ ہوا کہ اکثر مطالعہ میں ایک مضمون سمجھ میں نہیں آیا اور سبق کے وقت بالکل آسانی سے اس کے مطلب تک رسائی ہو گئی، یہ طلبہ ہی کی برکت ہوتی ہے راقم الحروف نے اپنے کئی اساتذہ سے سنا ہے کہ ہم تو اپنے طلبہ کا یہی بہت بڑا احسان سمجھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے کچھ علمی مشغلہ میں لگے ہوئے ہیں اور کچھ دین کی خدمت ہو جاتی ہے اگر یہ نہ ہوتے تو نہیں معلوم کن مشاغل میں پھنسے ہوتے اور دین کی خدمت تو کیا ہوتی نماز تک کی پابندی مشکل ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ طلبہ کی کوتاہیوں اور بعض مرتبہ ان کی طرف سے مایوسی کا تذکرہ استاذی حضرت مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم سے ہوا، فرمایا ان سب چیزوں کے باوجود ہم کو یہی کام کرنا ہے اسی میں ہمارے لئے خیر ہے، دیگر مشاغل میں بڑے فتنے ہیں یہ بھی امید ہے کہ ان ہی میں سے کچھ ایسے نکل آئیں جن سے اصلاح امت کا کام اللہ پاک لے لے اور ہمارے لئے ذریعہ نجات ہو جائے۔

ادب پنجم

شاگردوں کے وقت کا لحاظ رکھنا

استاد کو چاہیے کہ طالب علم سے پہلے معلوم کر لے کہ اس کے پاس کتنا وقت ہے، اس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے اسباق کا انتظام کرے، کم وقت ہو تو نصاب کا اس کو پابند نہ بنائے بلکہ دین کی اس قسم کی کتابیں پڑھاوے جس سے اس کو حلال، حرام، جائز ناجائز کی تمیز ہو جائے اور اسلامی اخلاق کے ساتھ متصف ہو جائے اس سلسلہ میں جو کتابیں وہ سمجھ سکے وہ پڑھائے خواہ کسی زبان میں ہو، کوئی ضروری نہیں کہ اس کو عربی زبان ہی میں پڑھایا جائے، بزرگان دین کی سوانح و یکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اس کا بہت زیادہ لحاظ کیا ہے ہر ایک کی استعداد اور وقت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو پڑھایا اور ان کے منصب کے مطابق دین کی خدمت ان کے سپرد کی جس جگہ گئے روزی کا بار کسی پر نہیں ڈالا تو کل کی بنیاد پر کام شروع کیا، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ علاقہ کا علاقہ سیراب ہو جاتا تھا۔

حضرت استاذی مولوی امین الدین صاحب پانی پت میں حضرت مولانا عبدالسلام صاحب انصاری کی خدمت میں تعلیم حاصل کر رہے تھے حضرت مولانا کے ہمراہ وطن تشریف لائے یہاں کے لوگوں نے

حضرت سے درخواست کی کہ بچوں کو پڑھانے کے لیے مدرس کی ضرورت ہے، مولوی امین الدین صاحب اس کے لئے بہت مناسب ہیں حضرت بنے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اس کے بعد ارشاد فرمایا، بھائی امین الدین! اب تم نے اتنا علم حاصل کر لیا ہے جو تمہارے لئے کافی ہے ضرورت ہے کہ اس کی اشاعت کرو اور دین کی خدمت کرو، اللہ پاک دوسری راہ سے تمہیں علوم عطا فرمائے گا۔

حضرت استاذ نے کام شروع کیا اور ان سے اس علاقہ میں بڑا فیض پہنچا حضرت مولانا کی دعا کا اثر تھا کہ جس نے بھی ان سے پڑھنا شروع کیا محروم نہ رہا مثنوی شریف سے خاص شغف تھا عجیب انداز سے پڑھتے تھے، جس سے سننے والا ایک کیفیت اور سرور اپنے اندر محسوس کرتا تھا، رقیق القلب تھے، پاس کا بیٹھنے والا بھی اپنے اندر رقت پاتا متوکل تھے کسی سے سوال نہیں کیا، جو کچھ میسر ہو گیا اس پر قناعت کی، حالات سے ناواقف ان کو مالدار سمجھتا حالانکہ گھر میں ضروری معمولی سامان کے علاوہ کچھ نہ تھا، اللہ پاک ان کی قبر کو نور سے بھر دے کاش ان کی سوانح عمری مرتب ہو جاتی جس سے لوگوں کو خصوصاً ارباب مدارس کو بہت نفع ہوتا۔

حضرت حکیم الامت نے ایک نصاب تجویز فرمایا، جس میں اسی مصلحت کو پیش نظر رکھا ہے کہ جن حضرات کے پاس وقت کم ہے وہ اس کو پڑھ کر دین کے کام میں لگیں۔

ادب ششم

شاگردوں کے سامنے کسی کی
برائی کرنے سے اجتناب کرنا

استاذ کو چاہیے کہ جس طالب علم کو پڑھا رہا ہے اس کا نفع تو اس کے سامنے بیان کرے لیکن دوسرے علوم کی اور اس فن کے اساتذہ کی بشرطیکہ وہ علم ناجائز نہ ہو برائی نہ بیان کرے آج کل یہ مرض عام ہو رہا ہے کہ جس فن میں کسی کو مہارت ہے وہ دوسرے فن اور اس میں مصروف رہنے والے حضرات کی مذمت اپنے حلقہ درس میں کرتا ہے جس سے طالب علم کے ذہن میں نہ تو کسی علم کی وقعت باقی رہتی ہے اور نہ کسی استاذ کی، اس بے وقعتی اور ناقدری ہی کا نتیجہ ہے کہ علم دین وہ کسی خارجی دباؤ اور اثر سے پڑھتا ہے یا آئندہ کے لئے وہ جو لائن اختیار کرنے والا ہے اس کے لئے اس علم کو محض ایک ذریعہ سمجھ کر وہ کچھ دن مدارس دینیہ میں گذرا دیتا ہے اس کے بعد جیسے ہی اس کو موقع ملتا ہے اس طرح سے وہ علم دین سے نہ صرف بیگانہ ہو جاتا ہے بلکہ جو زمانہ مدارس میں گذرا ہے اس کو تضيیع اوقات سے تعبیر کرتا ہے اور اس میں لگنے والوں کا مذاق اڑاتا ہے متعدد حضرات نے

اس قسم کے بہت سے واقعات بیان کئے اور خود احقر بھی اس قسم کے لوگوں کو جانتا ہے اسی طرح مدرسہ کے ناظم اور اس کے مہتمم و اراکین کی خرابیاں طلبہ کے سامنے نہ بیان کرے اگر وہ چیزیں واقعی قابل اصلاح ہیں تو ذمہ دار حضرات کو دیانتداری اور خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دیدیا کرے تاکہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق اس کی اصلاح کر دیں طلبہ کے سامنے اس قسم کی چیزیں لانے ہی کا نتیجہ ہے جو اسٹرانگ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تجربہ تو یہی بتاتا ہے کہ طلبہ کے ذریعہ جو فساد مدارس میں رونما ہوتا ہے اس کی پشت پناہی کرنے والا مدرسہ کا کوئی نہ کوئی مدرس ہوتا ہے۔

غیبت، غمازی، کسی کی پردہ دری، افتراق بین المسلمین تو ہر ایک کے لئے ناجائز اور حرام ہے تو پھر علماء اور مقتدایان دین کے لیے یہ کس طرح جائز ہوں گی، مدارس میں جب اس قسم کی برائیاں آتی ہیں اور اساتذہ ایک دوسرے کی برائی میں لگ جاتے ہیں تو اس کا اثر طلبہ و عوام پر بہت برا پڑتا ہے پھر جب وہ درس اور وعظ میں ان معائب کی برائیاں اور ان پر وعید بیان کرتے ہیں تو ان کی اس لفاظی کا کسی کے دل پر اثر نہیں ہوتا اور فوراً ان کے کارنامے آئینہ بکھر لوگوں کے سامنے آ جاتے ہیں اور ہر ایک کی زباں پر یہ شعر

واعظاں کیں جلوہ پر محراب و منبری کنند

چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

علامہ شعرانی تحریر فرماتے ہیں کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ہمارے سامنے ہمارے معاصر کی تعریف کرے تو ہم بھی اس کی تعریف اور مدح میں موافقت کریں اور اس میں میخ نہ نکالیں خواہ وہ ہم پر

اعتراض ہی کرتا رہتا ہو کیوں کہ جب ہم بجائے اس کی برائی اور اعتراض کرنے کے تعریف کریں گے تو جلد ہی وہ اپنی حرکت سے باز آ جائے گا اور برائی کرنا چھوڑ دے گا، اس تدبیر سے ہم خود گناہ سے بچ جائیں گے اور اس کو بھی بچالیں گے، یہ عہد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ذرا اس زمانہ کے علماء اور سالکین غور سے دیکھیں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا جاتا ہے افسوس صد افسوس یہ مرض مدارس اور خانقاہوں میں عام طور پر سرایت کرتا جا رہا ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ جو دنیا میں سب سے بہترین مقامات تھے آج وہی سب سے زیادہ شرور و فتن کے سرچشمے بنے ہوئے ہیں جن کے بدلہ دار سوتے بہہ بہہ کر دنیا کو متعفن کر رہے ہیں اللہ پاک سب کی حفاظت فرمائے۔



ادب ہفتم

سبق پڑھاتے وقت شاگردوں کی سمجھ کے مطابق تقریر کرنا

استاد کو چاہیے کہ سبق پڑھاتے وقت ایسی تقریر نہ کرے جو طالب علم کی فہم اور استعداد سے بالاتر ہو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ لوگوں کے مراتب کا لحاظ رکھیں اور ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق ان سے گفتگو کریں اور فرمایا کہ جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کرتا ہے کہ جس کو وہ نہیں سمجھ سکتے تو وہ بات فتنہ کا سبب بن جاتی ہے۔

حضرت علی نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں بہت سے علوم ہیں بشرطیکہ ان کے سمجھنے والے ہوں یعنی میں ان کو اس لئے ظاہر نہیں کرتا کہ ان علوم کا کوئی محمل نہیں ہے۔

آج کل محض اپنی قابلیت ظاہر کرنے کے لئے ابتدائی کتابوں میں ایسی تقریر کرتے ہیں کہ اس فن کے منتہی طلبہ بھی اس کو مشکل ہی سے سمجھ سکیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو ضروری باتیں زیر سبق کتاب کے ہوتی

ہیں وہ بھی طالب علم نہ سمجھ پاتا ہے اور نہ یاد کر سکتا ہے ایک جگہ مصنف رحمۃ
المعلمین تحریر فرماتے ہیں کہ استاد کو چاہیے کہ ہر کتاب کا خلاصہ بیان
کر دیا کرے نئے مضامین پر ان کو مطلع کر دیا کرے بلکہ ان کو نوٹ
کر دیا کرے تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: ینبغي للعالم ان یتکلم بالعلم عند
من یطیبہ (عالم کے لئے مناسب نہیں ہے کہ کسی شخص کے سامنے ایسی
بات کرے جس کا سمجھنا اس کی طاقت سے بالاتر ہو)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجتہ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے
ہیں ومنہ ان لا یبین للمبتدی من العلم ما هو حظ المنتہی بل
یرسی لصغائر العلم قبل کبائره

اور اسی تیسیر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ علوم جو فتنی کے لیے مناسب
ہیں وہ مبتدی سے نہ بیان کرے بلکہ بڑے بڑے علوم پہلے سے چھوٹی چھوٹی
باتوں کو بیان کر کے تربیت کرے حضرت مولانا نعمانی دامت برکاتہم ”میری
زندگی کے تجربات“ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ میری عمر کے پانچ سال اس
وجہ سے ضائع ہوئے کہ کسی نے مجھے اس طریقہ سے پڑھانے کی کوشش نہ کی
جو طریقہ میری اس وقت کی عمر اور فہم کے مناسب ہو سکتا تھا اور جس کا میں
متمثل ہو سکتا تھا۔

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: مجھے اپنی ابتدائی تعلیم کے کئی ساتھی یاد
ہیں جو صرف ڈیوٹی پوری کرنے والے اور کچھ نہ سوچنے والے اساتذہ کی
غفلت اور ان کے غلط طریقہ تعلیم کے چکر میں چار یا پانچ سال رہ کر بالآخر

بیٹھ گئے یعنی عربی تعلیم سے ہٹ گئے اور اتنا طویل عرصہ عربی مدرسہ میں پڑھنے کے باوجود بالکل خالی کے خالی رہے اسی طرح سے معلوم نہیں سیکڑوں ہزاروں ہوں گے جو اس قسم کے مدرسوں میں اتنا وقت گزار کے اسی منزل پر بیٹھے ہوں گے اور مجھے یقین ہے کہ اگر صحیح طریقہ سے اور سوچ سمجھ کر ان کو پڑھایا جاتا تو اتنے ہی دنوں میں انکی آدمی سے زیادہ تعلیم ہو جاتی اور پھر وہ اس کو پورا ہی کر کے مدرسہ چھوڑتے۔



ادب ہشتم شاگرد کیلئے اگر کوئی دوسری جگہ مفید ہے تو اس کی خواہش پر بخوشی اجازت دینا

استاد کو چاہیے کہ اگر کوئی طالب علم اپنے حالات کی مجبوری کی بنا پر اس کے پاس سے منتقل ہو کر دوسرے استاد یا کسی دوسرے مدرسہ میں پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس میں اس کا فائدہ ہو تو دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ خوشی کے ساتھ اس کو اجازت دے دے محض اپنے حلقہٴ درس کی رونق یا مدرسہ میں تعداد دکھانے کے لئے اس کو تجیر و اکراہ نہ روکے جس جگہ طالب علم کا جی نہ لگے وہاں رہ کر وہ کیا پڑھ سکتا ہے آخر وہ بد دل ہو کر یا تو بھاگ جائے گا یا علم ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اس لئے کہ پہلی صورت میں اس کو حجاب ہو جائے گا، جس سے پھر وہ استاد سے کبھی استفادہ نہ کر سکے گا۔

اور استاد شاگرد کے صحیح تعلق سے جوامت کی اصلاح کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں ان سب کا دروازہ بند ہو جائیگا دوسری صورت میں دوسروں کو دین کی باتیں سکھانا تو بہت دور رہا خود اس کا ہی دین پر قائم رہنا مشکل ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ جب اپنے آبائی وطن کو فہم پہنچے اور امام ابو حنیفہ کو معلوم ہوا تو اپنے شاگردوں سے کہا کہ تمہارے پاس عمرو بن دینار

کی مرویات کا حافظ آگیا ہے ان سے جا کر استفادہ کرو، چنانچہ امام صاحب کے تلامذہ وہاں جا کر ان سے استفادہ کرنے لگے حضرت سفیان خو فرماتے ہیں کہ مجھ کو جس نے سب سے پہلے محدث بنایا وہ امام ابو حنیفہ ہیں۔

حضرت عبداللہ حزنی فرماتے ہیں کہ ریاکار عالم کی پہچان یہ ہے کہ پہلے تو لوگوں کو علم کی طرف خوب رغبت دلائے تاکہ اس کے پاس پڑھنے آئیں پھر اگر کسی دوسرے عالم کے پاس جانے کیلئے کوئی اس سے مشورہ کرے تو برا مانے، اگر مخلص ہوتا تو ہر حال میں خوش ہوتا خواہ کوئی اس کے پاس پڑھے یا دوسرے کے پاس جا کر علم حاصل کرے، خدا کے واسطے کام کرنا چاہیے ہاں اگر طالب علم کے لیے اسی کے پاس رہنا مفید ہو تو اس کو اپنے مشورے سے آگاہ کر دے اس کے بعد بھی وہ جانے پر مصر ہو تو پھر نہ روکے آج کل اس خیر خواہی کو بدخواہی پر محمول کیا جائے گا اور اگر حقیقہ اس کا فائدہ جانے ہی میں ہے یہاں اس کی تعلیم و تربیت کا صحیح انتظام نہیں ہو سکتا یا وہ اپنی خانگی اور مقامی حالات کی بنا پر دور جانا چاہتا ہے تو پھر روکنا ظلم ہوگا اس پر مقامی و بیرونی داخلی و خارجی دباؤ ڈال کر روکنے کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ہم کو اپنی ناموری اور اپنے مدرسہ کی کارگزاری اور صرف طلبہ کی ہی تعداد قوم کو دکھانا مقصود ہے طالب علم کے نفع اور نقصان کا کچھ خیال نہیں، یہ خالص ریا ہے جو حرام ہے، جس طرح اور حرام چیزوں سے اپنے کو بچاتا ہے اس سے بھی اجتناب کرنا ہے یہ ریا معاشرہ میں اس طرح سرایت کرتی جا رہی ہے کہ اس کا قبح بھی دل سے نکلتا جا رہا ہے حسن تدبیر اور سیاست کا جامہ پہنا کر اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے کسی نے سچ کہا ہے

ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام ☆ زہے شریعت ملت زہے طریقت و کیش

ادبِ نہم

شاگردوں سے ذاتی خدمت لینے میں احتیاط کرنا

طالب علم کی سعادت تو اسی میں ہے کہ اپنے استاد کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے لیکن خود استاد کو اس سلسلہ میں بہت احتیاط کرنی چاہیے اور بغیر کسی مجبوری کے اپنا ذاتی کام اس سے نہ لے اور اگر مجبوری کبھی کوئی خدمت لے تو کسی طرح اس کی مکافات کر دے نیز اس کا لحاظ رکھے کہ اس قسم کا کام اس سے نہ لے جس کی وہ سہار نہ کر سکے یا اس میں اس کے سبق یا تکرار وغیرہ کا نقصان ہوتا ہو اس لئے کہ جس مقصد کے لئے اس نے وطن چھوڑا ہے جب اس میں حرج واقع ہوگا تو بددلی پیدا ہوگی اور اخلاص کیساتھ وہ ہرگز کام نہ کرے گا۔ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب محدث پانی پتی کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کارڈ لکھ کر لیٹر بکس میں ڈلوانے کے انتظار میں تھے کہ ایک طالب علم نے کہا حضرت مجھے دیدیں میں جا کر ڈال دوں، حضرت خاموش رہے جب اصرار کیا تو فرمایا بھائی میں طالب علم سے اپنا ذاتی کام نہیں لینا چاہتا ہوں، اگر کسی مجبوری سے کوئی خدمت لینا ہو تو

بدنی خدمت میں امارو سے بالکل اجتناب کرے اور ان سے ہرگز اختلاط نہ رکھے، سبق تک میں اپنے سامنے نہ بٹھائے آج کل طرح طرح کے فتنے اس قسم کے طلبہ سے اختلاط ہی کی بدولت رونما ہوتے ہیں۔

مصنف رحمۃ المتعلمین تحریر فرماتے ہیں کہ خلوت بالامارو سے بہت اجتناب کرے ہرگز ان کے ساتھ خلوت نہ کرے اور جلوت میں بھی ضرورت سے زیادہ بات چیت نہ کرے نہ ان کی طرف قصد اُدیکھے نہ ان کی بات نفس کے تقاضے سے سنے کیوں کہ امر دپرستی کا مرض اس طرح سے پیدا ہوتا ہے کہ پہلے بالکل پتہ نہیں چلتا اور جب جڑ مضبوط ہو جاتی ہے تب پتہ چلتا ہے اور اس وقت کنارہ کشی دشوار ہوتی ہے مثل مشہور ہے

سرچشمہ شاید گرفتار بہ میل

چوپرشد نہ شاید گزشتن بہ پیل

اپنی پاکدامنی پر ناز نہ کرے کہ میں بھلا اس مرض میں کہاں مبتلا ہو سکتا ہوں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ”وما ابرئ نفسی ان النفس لا مارة بالسوء“

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے امام محمدؒ کے رخ پر جب تک وہ امر و تنہ نظر نہیں ڈالی، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں سوائے نفس کے اور کسی سے نہیں ڈرتا، یہ شیطان کا مقولہ ہے کہ اگر جنید بغدادی جیسا مرد اور رابعہ بصریہ جیسی عورت خلوت میں ہو جائیں تو میں دونوں کے اندر برے خیالات پیدا کر کے دونوں کا منہ کالا کروں، خلوت بالامارو اس سے زیادہ خطرناک ہے اس سے لواطت جیسی خباثت کا مرتکب

ہو جاتا ہے لباب الحدیث میں علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے:

- ۱- لواطت کرنے والا قبر میں خنزیر بکر رہے گا۔ ۲- اس کے منہ میں آگ کی لگام ہوگی۔ ۳- لواطت کرنے والا ایسا ہے جیسا ماں سے زنا کرنا۔
- ۴- اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔

امام ابن طاہر جب فن حدیث کی تحصیل کے لئے امام حبال کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ امام حبال خود ہی اپنا سب کام کرتے ہیں بازار سے سامان لا کر لاتے ہیں ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک دوکان سے سامان لیا اور دامن میں سب چیزیں لٹکر آئے میرے اصرار پر بھی نہ دیا اس وقت ان کی عمر اناسی برس کی تھی۔

ابوالاسود دلی وضع فن نحو کے حالات میں ہے کہ اخیر عمر میں ان پر فالج گرا تھا اور اس کے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں ماؤف ہو گئے تھے اس معذوری کی حالت میں بھی پاؤں گھسیٹتے ہوئے بازار جاتے اور اپنا کام کر لاتے، حالانکہ ان کے ہزاروں شاگرد موجود تھے۔

امام بخاری بھی اپنا کام خود کرتے تھے جب انہوں نے شہر بخارا کے باہر ایک مہمان سرائے بنوائی تو اس کی تعمیر کے وقت خود بھی مزدوروں کے ساتھ کام کرتے تھے ایک شاگرد نے ایک روز عرض کیا کہ آپ کو اس محنت کی کیا ضرورت ہے ہم لوگ موجود ہیں فرمایا: **هَذَا الَّذِي يَنْفَعُنِي** (یہ میرے لئے نافع ہے) حضرت شیخ الہند اپنے کپڑے خود دھولیا کرتے تھے۔

حضرت استاد مولانا منظور احمد خاں صاحب مدرس دوم مظاہر العلوم

سہارنپور مدرسہ سے مکان جاتے ہوئے اپنا سامان خرید کر خود ہی لے جاتے۔
حضرت الاستاذ مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ العالی کو مظاہر علوم
کے قیام کے زمانہ میں دیکھا کہ اپنا کھانا تک طالب علم سے نہیں منگواتے
تھے خود ہی تشریف لا کر لیجاتے۔

حضرت استاذی مولانا ظریف احمد صاحب دامت برکاتہم
کا باوجود پیران سالی کے اب تک یہی معمول ہے کہ اپنا کام خود اپنے
ہاتھوں انجام دیتے ہیں اور طلبہ کو اس کی ترغیب دیتے رہتے ہیں۔
حضرت مولانا خاں زماں صاحب کو احقر نے پچشم خود دیکھا کہ
اپنا سامان خرید کر خود لیجاتے اصرار کرنے پر بھی کسی کو نہ دیتے حالانکہ
مکان بازار سے کافی دور تھا ہمارے مدارس کے اساتذہ کو اس سے عبرت
حاصل کرنی چاہیے کم از کم اپنا ہی ذاتی کام خود کر لیا کریں حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے حالات دن رات پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں کہ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام خود دست مبارک سے فرمایا کرتے تھے
بکریوں کا دودھ دوہ لیتے، پھنکپڑا خود ہی لیتے نعلین مبارک ٹوٹ جاتیں
تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے اپنے کام کے لیے دوسروں کو تکلیف نہ دیتے
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دس برس میں آپ کی خدمت میں رہا اس
عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نے اس قدر نہیں کی جتنے
کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کر دیئے۔

آج کل ایسی کچھ ہوا چلی ہے کہ ہر شخص کو یہ تو یاد ہے کہ میرا حق
دوسرے پر کیا ہے ہر وقت اس کا مطالبہ ہے اور نہ پورا ہونے پر اس کی

شکایت کرتا ہے اور اس کے اوپر جو دوسروں کے حقوق ہیں ان کا دھیان تک نہیں، یہی سبق ہمارے اساتذہ کرام نے بھی یاد کر لیا ہے وہ تمام اقوال و قصص ان کو یاد ہیں جن سے ان کا حق شاگردوں پر ثابت ہوتا ہے اور شاگردوں کے ان کے اوپر کیا حقوق ہیں اس کا انہوں نے کوئی سبق نہیں پڑھا ہے حقیقت یہ ہے کہ اساتذہ کو جو شفقت اور تعلق تلامذہ سے ہونا چاہیے اس کو پورا کرتے رہیں تو شاید ہی کوئی شاگرد ایسا بد نصیب ہو جو استاد کی خدمت اور اطاعت کو اپنے لئے سعادت نہ سمجھے۔



ادب وہم

عمل کا اہتمام کرنا

استاذ کو چاہیے کہ علم کے بموجب عمل کرتا ہو ایسا نہ ہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ اگر عمل علم کے خلاف ہوگا تو اس کے ذریعہ ہدایت نہ ہوگی ایسے علم سے جس پر عمل نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے ارشاد ہے:

اللہم انی اعوذ بک من علم لا ینفعہ

اے اللہ! میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: ان من اشر الناس عند اللہ منزلة یوم القيامة عالم لا ینتفع بعلمہ (سب سے بدترین شخص مرتبہ کے اعتبار سے اللہ پاک کے نزدیک وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع نہ ہو) ایک حدیث میں ہے: الا ان شر الشر شرار العلماء فان خیر الخیر خیار العلماء (سب سے بدتر علماء بد ہیں اور سب سے بہتر لوگ علماء خیر ہیں)

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ اس خوف سے لرز رہا ہوں کہ قیامت کے دن حساب دینے کے لیے کھڑا کیا جاؤں اور پوچھا جائے تو نے علم تو حاصل کیا تھا مگر اس سے کیا کام لیا۔

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں جو نہیں جانتا اس کے لئے ایک ہلاکت ہے اور جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا اس کے لیے سات ہلاکتیں ہیں۔

ابراہیم بن ادہم سے سوال کیا گیا: قرآن پاک میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ادعونی استجب لکم مگر کیا سبب ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور قبول نہیں ہوتی جواب دیا پانچ سبب سے تمہاری دعا قبول نہیں ہوتی۔

۱۔ تم نے خدا کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہ کیا۔ ۲۔ قرآن پاک پڑھا مگر اس پر عمل نہ کیا ہو۔ ۳۔ محبت رسول کا دعویٰ کیا مگر سنت رسول کی پیروی نہ کی۔ ۴۔ ابلیس پر لعنت کی مگر اس کی فرمانبرداری بھی کرتے رہے۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کر کے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے لگے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کا قول ہے باتیں بنانا سب جانتے ہیں لیکن اچھا وہی ہے جس کا قول و فعل یکساں ہے بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا اور عمل کچھ بھی نہ کرنا خود اپنا منہ چڑھانا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے اہل علم اپنے علم پر عمل کرو کیوں کہ عالم وہی ہے جو علم حاصل کر کے عمل کرتا ہے اور جس کے علم و عمل میں اختلاف نہیں ہوتا عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم تو رکھیں گے مگر علم ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا ان کا باطن ان کے ظاہر سے مختلف ہوگا ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا مجلسیں جما کر بیٹھیں گے آپس میں فخر و مباہات کریں گے اور لوگوں سے اس لئے ناراض ہو جایا کریں گے کہ انکی مجلسیں چھوڑ کر دوسرے کی مجلس میں کیوں جا بیٹھے؟ ایسے لوگوں کے عمل خدا تک نہیں پہنچیں گے۔

حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کو ان کے اعمال سے پرکھو نہ کہ اقوال سے، خدا نے ایسا قول نہیں چھوڑا جس کی تصدیق یا تکذیب کے لئے کوئی نہ کوئی عمل نہ ہو، کسی کی میٹھی میٹھی باتوں سے دھوکا نہ کھاؤ بلکہ یہ دیکھو کہ فعل کیسا ہے انہیں کا قول ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو قلب میں ہے وہ علم نافع ہے اور ایک وہ علم جو صرف زبان پر ہے یہ اس پر حجت ہے۔

قاسم بن محمدؒ نے کہا میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنہیں قول پسند نہ تھا صرف عمل سے خوش ہوتے تھے۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: علم عمل کو پکارتا ہے اگر جواب نہیں پاتا تو رخصت ہو جاتا ہے۔

مالک ابن دینار کا قول ہے: آدمی کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں کہ اس کا دل سخت ہو جائے انہیں کا قول ہے کہ بے عمل عالم کی نصیحت کا اثر دل پر ایسا ہوتا ہے کہ جیسے بارش سنگلاخ چٹان پر۔

عبداللہ ابن مبارکؒ نے فرمایا: اگلے بزرگ کہا کرتے تھے کہ جاہل عابد اور فاجر عالم کے فتنے سے پناہ مانگو کیوں کہ یہ دونوں بڑا فتنہ ہیں۔

حضرت ابو الدرداءؒ فرماتے ہیں کہ تم بغیر علم کے متقی نہیں ہو سکتے اور جب تک عمل نہ کرو حسین و جمیل نہیں بن سکتے۔

حضرت حسن سے روایت ہے کہ جو شخص علم میں لوگوں پر فوقیت رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ عمل میں بھی سب سے برتر ہو۔

حضرت سید رفاعیؒ فرماتے ہیں کہ خبردار چھلنی کی طرح نہ ہونا کہ وہ

عہدہ آتا تو نکال کر دوسروں کو دے دیتی ہے اور بھوسی اپنے پاس رکھتی ہے اس طرح تمہارا حال نہ ہونا چاہیے کہ تم اپنے منہ سے دوسروں کے لیے تو حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور خود تمہارے دلوں میں کھوٹ رہ جائے۔

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ کسی امام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ صرف علم سے پاک ہو گیا اور علم ہی سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ محض علوم میں نقصانیت شریک ہوتی ہے جب تک عمل نہ کیا جائے نفس اخلاق رذیلہ سے پاک نہیں ہوتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے برا آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا بگڑا ہوا عالم۔

صالح مری فرمایا کرتے تھے کہ طالب دینا عالم کے پاس بیٹھنے سے بچتے رہو کیوں کہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے اور محض زبانی جمع خرچ سے علم کی تعریف کر کے تم کو فتنہ میں ڈال دے گا اس لئے کہ تم اس کی باتوں سے اس دھوکہ میں پڑ جاؤ گے کہ عمل کی چنداں ضرورت نہیں، صرف معلومات بڑھالینا ہی کافی ہے۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ عالم بے عمل گدھ کی مانند ہے جو آسمان پر اڑتا ہے مگر زمین پر مردار کھاتا ہے۔

عبدالرحمن بن مہدی کے تقویٰ کا حال یہ تھا کہ اگر ان کو کسی چیز میں حرام ہونے کا شبہ بھی ہو جاتا تھا تو اس کو اپنے استعمال میں نہیں لاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جو چیز خدا کی رضا اور خوشنودی کے لئے چھوڑ دو گے خدا تعالیٰ اس کو تمہارے پاس ضرور واپس کر دے گا اس کے بعد اپنا

ایک واقعہ سنایا کہ میں نے اور میرے بھائی نے مشترکہ تجارت کی جس میں کافی نفع ہوا مگر تقسیم کے وقت مجھے اس مال میں کچھ شبہ ہوا، میں اپنے حصہ سے دستبردار ہو گیا خدا کی قدرت کہ وہ سب جائز طریقہ پر ساری جائداد میرے قبضہ میں آگئی۔ (صفۃ الصفوہ ج ۴)

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے ادنیٰ شبہ کی وجہ سے آبائی جائداد چھوڑ دی تھی۔

امام شعبہ کی حیثیت محدثین میں جو ہے اس کو کون نہیں جانتا تھی ابن معین ان کے بارے میں فرماتے ہیں: شعبہ امام المتقین تھے، اس کے باوجود آخرت کا خوف ہر وقت دامن گیر رہتا تھا بسا اوقات فرماتے: کاش میں ایک معمولی فرد ہوتا جس کو کوئی نہ جانتا۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرا گزرا ایک پتھر پر ہوا جس پر لکھا تھا: مجھ کو پلٹ کر دیکھو عبرت حاصل کرو گے، میں نے اس کو پلٹا تو اس پر یہ لکھا ہوا تھا انت بما تعلم لم تعمل فکیف تطلب علم مالک تعلم (تم نے معلوم شدہ باتوں پر تو عمل نہیں کیا پھر نئی معلومات کرنے کی کس لئے فکر ہے) یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ علم کو عمل کے لئے حاصل کرو اس پر بہت لوگ غلطی کر رہے ہیں اس لئے ان کا علم تو پہاڑوں کے برابر ہے اور عمل چیونٹیوں کے برابر۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے پہلے لوگوں کی تو یہ حالت دیکھی تھی کہ جس قدر جس کسی کا علم بڑھتا تھا اسی قدر دنیا سے بے رغبتی اور مال و متاع میں کمی ہو جاتی تھی اور آج کل لوگوں کی یہ

حالت ہے کہ جتنی علم میں ترقی ہوتی ہے اس سے زیادہ دنیا میں رغبت اور اہل دنیا کے ساتھ مزاحمت بڑھتی ہے اور فرماتے تھے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا اور لذات دنیا کی طرف مائل ہوتے ہوئے عالم کو اپنے علم پر ایمان کیوں کر رہ سکتا ہے کیوں کہ علم تو ان باتوں سے منع کرتا ہے اگر وہ اپنے علم کو سچا سمجھتا تو اس کے خلاف کیوں کرتا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم کو غلط سمجھتا تھا۔

عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ حرام کھانے والے علماء اور قراء مردے ہیں کہ آگ سے پیٹ بھر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور اپنے پیٹ کے اندر آگ کی سوزش محسوس کرتے۔

منصور ابن معتمر اپنے زمانہ کے علماء سے فرمایا کرتے تھے: تم کو علم سے لذت اس لئے حاصل ہوتی ہے کہ تم علم کی باتیں سننے سنانے اور فقط زبانی جمع خرچ سے کام لیتے ہو اگر تم اپنے علم پر پوری طرح عمل کیا کرتے تو مزہ اور لذت کبھی نہ پاتے کیوں کہ علم تو اول سے آخر تک دنیا سے نفرت کرنے کی رغبت دلاتا ہے پھر اس میں لذت کہاں۔

عامر بن عبد اللہ بن قیس تابعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے علوم جو ہم نے حاصل کئے ہیں، قیامت میں ان کے بارے میں یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہم ان کو نہ حاصل کرتے کیوں کہ جب ان پر عمل نہیں کیا تو سوائے اس کے کہ اپنے اوپر حجت الہی قائم ہوئی اور کیا نفع ہوا۔

حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے: اس زمانہ میں تو علماء کو حلال سے بھی پیٹ بھرنا برا ہے حرام سے پیٹ بھرنا تو کیا کچھ ہوگا، یہ بھی

ارشاد فرماتے کہ علماء کا تقویٰ حرام مال اور شہواتِ نفس سے بچنے میں ہے کیوں کہ جو گناہ عوام کے نزدیک بھی ظاہر ہیں ان سے تو یہ لوگ بدنامی اور رسوائی کے خوف سے اکثر بچتے ہی رہتے ہیں۔

عبداللہ مہرزی فرماتے ہیں کہ عالم کی پہچان یہ ہے کہ دنیا کی محبت کا خطرہ بھی اس کے دل پر نہ گذرے اور فرماتے کہ آج کل اس زمانہ میں اکثر علماء حرام اور مشتبہ مال کھانے لگے ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے شکم اور فرج کی خواہش میں ڈوبے ہوئے ہیں، علم کو ایک جال بنا رکھا ہے جس سے دنیا کو شکار کرتے ہیں پس ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے بھی بچو۔

یہ بھی فرماتے کہ: اگر فقہاء اور اہل حدیث میں ایک نقص نہ ہوتا تو وہ سب لوگوں میں افضل ہوتے کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے علم کے ذریعہ دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں اسی لئے لوگوں کی نگاہوں میں ہلکے ہو گئے ہیں۔ تعلیمِ اکتعلیم میں صاحبِ ہدایہ کا ایک شعر بد عمل عالم اور جاہل عابد کے بارے میں نقل کیا ہے:

فاسد کبیر عالم متہتک و اکبر منہ جاہل متنسک
ہما فتنۃ فی العالمین عظیمۃ لمن بہما فی دینہ متمسک
(حدودِ دین سے تجاوز کرنے والا عالم ایک عظیم فتنہ ہے اور عبادت گزار جاہل اس سے بڑھ کر فتنہ ہے جو شخص دین میں ان دونوں کی طرزِ زندگی کو اپنے لئے راہ بنائے گا وہ دین و دنیا کے فتنہ میں مبتلا ہوگا)

حضرت عبداللہ ابن مبارک کے ایک دوست نے جب حکومت کی ملازمت اختیار کی تو ان کو بڑا رنج ہوا اور ان کے نام ایک خط لکھا جس میں ان

کے دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا اور اخیر میں یہ اشعار لکھے:

يا جاعل العلم له مablyاً يصطاد اموال السلاطين
اے اپنے علم کو باز کی طرح بنانے والے کہ اس سے سلاطین کے
مال اور دولت کا شکار کرتا ہے۔

احسنت للدنيا ولذاتها بحيلة تذهب بالدين
تم نے دنیا کی لذتیں حاصل کرنے کے لئے ایسی بری تدبیر
اختیار کی ہے جس سے دین ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

وصرت مجنوناً بها بعد ما كنت دواء للمجانين
تم دنیا کے پیچھے مجنون ہو گئے، حالاں کہ پہلے تم خود مجنوںوں کے
لئے دوا تھے۔

ابن روايتك والقول في لزوم ابواب السلاطين
اب وہ تمہاری روایتیں اور باتیں کہاں گئیں جو بادشاہوں کے
دروازے پر جانے کے بارے میں کیا کرتے تھے۔

ان قلت اكرهت فماداكذا زل حمار الشيخ في الطين
اگر تم یہ کہو کہ مجھے مجبور کیا گیا تو یہ بات نہیں ہے بلکہ جناب عالی
کا گدھا کچڑ میں پھسل گیا ہے۔

مالک ابن دینار اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

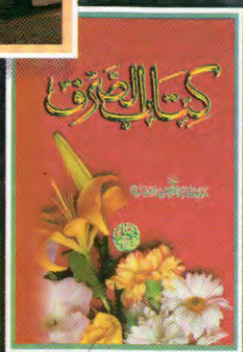
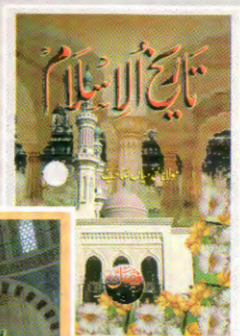
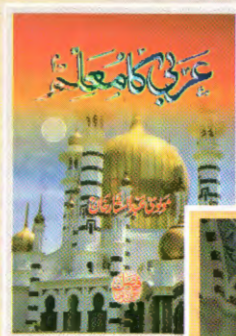
يا معشر العلماء ياملح البلد ما يصلح الملح اذا الملع فسد
اے علماء کی جماعت تم شہر میں بمنزلہ نمک کے ہو بتاؤ اگر نمک
ہی خراب ہو جائے تو اس کو کیا چیز درست کر سکتی ہے، یعنی کھانے کی لذت

درستی نمک سے ہوتی ہے پس اگر نمک میں خرابی آجائے تو اس کو کس طرح درست کیا جائے نمک کی خرابی کا کوئی علاج نہیں اسی طرح عوام کی حالت تو علماء کے ذریعہ درست ہوتی ہے اگر علماء ہی بگڑ جائیں تو ان کو کون درست کرے گا۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

تقویم الغیر مرتب علی تقویم نفسہ
فلیبدء بنفسه ثم بمن یعول





Printed & Distributed by

FAISAL BROTHERS

468, Gali Bahar Wali Chhatta Lal Mian
Daryaganj New Delhi-110002 Ph. 23245665
e-mail : faisal_india@rediffmail.com
website : www.faisalindia.com